

٤٨٦
تعلوا العلم وعلموه الناس

بلسله مجلس مؤيد الاسلام

١٠١٩

رساله

تذوین حدیث

مولفه

مولانا محمد عیسیٰ البدری صاحب مدرسہ اسلامیہ کراچی و مدرسہ عالیہ مدینہ منورہ
مولانا محمد عیسیٰ البدری صاحب مدرسہ اسلامیہ کراچی و مدرسہ عالیہ مدینہ منورہ

بہتمام

سید اشفاق حسین نیجر

مطبوعہ اشفاق علی العلوم ونگین کتب خانہ

الحمد لله الذي جعل في سيرة محمد بن عبد الله نحوة ونص على رسوله الكريم

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله وعلى آله وصحبه عيال الله
بعد حمد و صلوة کے فقیر محمد عنایت اللہ غفرلہ فرنگی علی لکھنوی عرض کرتا ہوں کہ علم حدیث کے
تدوین پر میں نے ایک مضمون مسلم اکاڈمی میں پڑھنے کے واسطے لکھا تھا جو مسلم اکاڈمی کے دو
جلسوں دیکم فمبر و فرغ و ستمبر ۱۹۷۷ء میں پڑھا گیا اسکے بعد باصرہ بعض احباب اس میں کچھ اضافہ
کے کے بطور رسالہ کے مرتب کر کے شائع کر رہا ہوں غالباً اس موضوع پر یہ اول تالیف ہے
اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور خدام محدثین کے زمرہ میں مجھ کو بھی رفرمائے مضمون کی تمسید
جو میں نے لکھی تھی وہ حسب ذیل ہے۔

ذاتِ حمد و نعتِ اولیٰ است خال و خفتن سجود یتوان کردن درود یتوان گفتن
محترم صدر احوال حاضرین جلسہ علم حدیث پر مضمون لکھنے کا وعدہ کرتے وقت میرے حاشیہ
خیال میں بھی یہ نہ تھا کہ وہ ہفتہ طویل ہو گا کہ ماضیین جلسہ کا بہت سا قیمتی وقت لے لیا میں
پر قسمتی سے نہ بہتر نشر لکھنے والوں میں ہوں اور نہ معلومات کا ذخیرہ آپ حضرات سے زائد رکھتا
ہوں اس لیے کیا باعتبار عبارت آرائی اور کیا باعتبار نزت مضامین آپ حضرات کے رد برد اگر
جواہرات اہل مہربان کی لڑیاں پیش نہ کر سکوں تو اُمید ہے کہ آپ حضرات میری بے بغااعتی کا

علمائے فرنگی محل کے مفید البیشت

(الف) کتب مؤلفہ حضرت امام الوقت بحر العلوم مولانا عبدالباری رحمۃ اللہ علیہ۔

(۱) تفسیر الطاف الرحمن { اس تفسیر میں مسائل فقہیہ ضروریہ بطرح ذکر کیے گئے ہیں کہ ہمارا دعویٰ ہے کہ پلادہ اول دوم اردو { کسی مفسری تفسیر میں اسکی نظیر نہیں ہے قیمت ہر پارہ ستر قیمت دو پارہ صر
(۲) فتاویٰ قیام الملک { مولانا نے اس مجموعہ میں تمام مسائل فرنگی محل کے فتاویٰ از استاذ السند ملا اردو قیمت پندرہ { نظام الدین جانا علماء حال جمع کر دیے ہیں۔

(۳) خیر الزوالہ لاسفر العاد { ناز و دھماکے کے تمام مسائل فقہیہ کے مطابق مولانا نے جمع کر دیے ہیں قیمت ۴
(۴) مجموعہ ۱۱ رسائل { تعلیق المختار علی کتاب الآثار۔ ابواب الصالحات کے الاسامید و مسلمات۔ کتب عربی قیمت پندرہ { علی من علی ابی حنیفہ من ابن تہیة وابن ابی شیبہ وغیرہما۔

(۵) مسائل کلام اردو { اس میں مولانا نے فلسفہ مجرب کے مسائل تحریر فرما کر مسائل کلامیہ کو پیش منطبق کیا ہے قیمت ۸
(۶) مباحث الامان اردو { قتل و جرح و تہجد و مسلم کے متعلق مولانا کے مضامین۔ قیمت ۱۔

(۷) رسائل متعلق ہجر اورد { وچل حدیث۔ قیمت ۴۔

(ب) دیگر علمائے فرنگی محل کے تصانیف۔

(۸) فرائض غفرہ قیمت پندرہ { اس میں مسائل شرعیہ درجہ کو اردو میں جو طریقہ حساب استخراج حصص علی مناسبت کو معنیہ مولانا نے مفید حساب بالکل واضح کر دیا ہے وکلا رطلہا، سب کے لیے نہایت مفید ہے۔

(۹) حلیۃ السطن اردو { اس میں قطبی و تندی کے تمام مسائل منطقہ کو نہایت واضح طور پر اردو میں تحریر کیا ہے و طلبہ سے ۱۰
قیمت ۸ طلبہ سے ۱۰ { اس میں مولانا نے دلائل و اسرار میں عربیہ کے طلبہ کے لیے کیا ہے نہایت مفید ہے۔

یہ کتابیں مدنیہ نظامیہ مکتبہ پو فرنگی محل لکھنؤ سے منگائیے

مذاہب میں انبیاء علیہم السلام کے حالات پر مذہبی کتابیں موجود ہیں مگر مسلمانوں کی طرح
 انہیں صحت کی جانچ کے طریقوں کی نقدانہ حیثیت سے اُسے فائدہ نہیں اُٹھایا جاسکتا ہے پھر
 انہیں یہ جامعیت کہان جو ہمارے نبی کے حالات کی صحیح کتابوں میں ہی صحیح کی حدیث ہے کہ یہودیوں
 نے ایک تہذیب کی بنیاد سے استہزاء کیا کہ تمہارے نبی نے تم کو تمام باتیں سکھائی ہیں کیا پانچواں اور
 پیشاب کے کرنا بھی طریقہ بتایا ہے یہودیوں نے تو طنزاً ہی دیکھا تھا ان صحابی نے جواب دیا
 کہ ہاں بتایا کیوں نہیں ہے ہم سے فرمایا ہے کہ کعبہ کی جانب منہ کر کے اور پیٹھ کر کے پانچواں اور
 پیشاب نہ کیا کرو بلکہ ایسی حالت میں مشرق یا مغرب رو ہو جا یا کرو درمیان سے قبلہ جنوب
 جانب ہے آپ سمجھ سکتے ہیں کہ جو علم کہ کسی شخص کے بھی ایسے جزئی حالات پر حاوی ہو وہ
 کس قدر کثیر المضامین ہوگا، اسی سے آپ علم حدیث کے کثرت مضامین کا اندازہ کر سکتے ہیں واقعہ
 یہ ہے کہ اس علم کی عظمت شیخ مسلمانوں کو مجبور کیا تھا کہ وہ اپنی پوری توجہ کتاب اللہ کے بعد اسی علم پر
 مبذول کریں اور اگر وہ ایسا نہ کرتے تو صرف قابلِ اِذرام ہی نہیں بلکہ دین کے آدھے بلکہ شاید
 اس سے بھی زائد حصے کو اپنے ہاتھ سے کھو بیٹھتے، آپ میں سے ہر شخص غالباً اس کو مانتا ہو گا کہ
 مسلمان کیلئے اگر وہ اپنے کو مسلمان کہتا ہے تو قرآن پر ایمان لانا اور اُس کے ارشادات کی اتباع
 کو نا ضروری ہے ایسے بیوقوفوں کو جانے دیجیے جو اپنے کو مسلمان بھی کہتے ہیں اور قرآن کے
 ارشادات کی تعمیل اپنے اوپر ضروری نہیں سمجھتے اور محض اس حیلے سے کہ وہ ارشادات عرب کے
 یا اُسرقت کے ضرورت کے اعتبار سے تمنا ورجب تمدن و انہیں ہر اور عرب کے ایسے ہم کج خلقت
 نہیں ہیں تو ان ارشادات کی تبدیلی ضروری ہے ایسے لوگوں سے کوئی پوچھے کہ آپ
 خدا کے وجود ہی کو کیوں عرب و غیر تمدن انسانوں کا بنایا ہوا معاذ اللہ دھسکو مسلمان
 نہیں خیال کرتے ایک ہر یہ کہتا کہ معاذ اللہ خاکش بدہن معلوم نہیں اللہ نے
 ہر کو پیدا کیا ہے یا اللہ کو ہم نے بنایا ہے ہر حال ایسے بے عقلوں سے بحث نہیں ہے مگر جو
 قرآن کو مانتا ہو اُس کے واسطے قرآن ہی کے ساتھ ساتھ قرآن ہی کے حکم کے مطابق حدیث کو

خیال کرتے ہوئے ممبر سکوت اسکو سماعت نہ کرنا تصنیع وقت کو معاف نہ کرنا بیگانگی میں اپنی امکانی کوشش مضمون کے مختصر کرنا میں کی ہو اسلئے قرون وسطی کے محدثین اور مذاکر علامہ ذہبی درابن حجر اور سیوطی کی کوششوں کو اور ہندوستان میں خدمت حدیث کو میں نے جملہ تحریروں میں کیا ہے اور انڈس میں خدمت حدیث کے ذکر کو میں نے کسی دوسرے وقت کیلئے چھوڑ دیا ہے، اس پر بھی مضمون کافی طویل ہو گیا ہے جسکو مختصر آچھڑات کو سناؤنگا اور اس طرح آپ کا بہت وقت بچاؤنگا۔

شروع مقصد

حضرات اہل علم حدیث وہ علم ہے کہ جسکے ذریعے اقوال و افعال اہل اسلام کا زہد و معلوم ہوں، ان الفاظ کو دیکھتے ہوئے یہ علم دوسرے علموں کے اعتبار سے کوئی بڑا علم بظاہر نہیں معلوم ہوتا مگر حقیقت علم حدیث کی اس تعریف میں بقدر عظمت شان کے علاوہ کثرت مضامین پیش ہے سچ یہ ہے کہ نہ تو اسکا اجماع ہو سکتا ہے اور نہ کمی ہو سکتا ہے اور ہوا خدا کے کرامات کا نہیں بھی میرے خیال میں اسکا پورا علم نہیں کہتے پھر اگر اس علم کے تعلقات کو دیکھا جائے تو یقین کیجئے کہ اسکا ہر شعبہ تقریباً ایک مستقل علم و فن بن گیا ہے جن میں سے بعض کے متعلق تو کہا جاسکتا ہے کہ وہ علم حدیث ہی کی طرح یا اس سے کچھ ہی کم لینے میں مضامین کی کثرت کھتا ہے، مسلمان اگر یہ دعویٰ کریں تو بالکل صحیح ہے کہ جس مکمل درجہ اور صحیح طریقت پر اہل اسلام نے اپنے نبی کے حالات علم حدیث کی کتابوں میں جمع کر دیے ہیں انکی نظیر دنیا کی کسی دوسری قوم یا مذہب میں کسی مذہبی شجر یا بلکہ کسی دوسرے شخص کے متعلق نہیں مل سکتی بلکہ علم حدیث ایک طر مسلمان بجا طور پر ناز کر سکتے ہیں کہ علم حدیث کے بعض تعلقات کے موجب مسلمان ہی ہیں اور خاصکر اسماء الرجال کا عظیم الشان فن اہل اسلام اور صرف اہل اسلام کا حصہ ہے اور وہی اس کے موجب ہیں اور آج تک بھی مسلمانوں کے سوا کسی دوسرے مذہب اللہ نے اس پر کافی توجہ نہیں کی اور نہ صلے اور دیگر

مذاہب بن نبیا علیہم السلام کے حالات پر مذہبی کتابیں موجود ہیں مگر مسلمانوں کی طرح
 انہیں صحت کی جانچ کے طریقوں کی فقدان کی وجہ سے اُن سے فائدہ نہیں اُٹھایا جاسکتا ہے پھر
 انہیں یہ جامعیت کمان جو ہمارے نبی کے حالات کی صحیح کتابوں میں ہے، صحاح کی حدیث ہے کہ یہودیوں
 نے ایک تبریک صحابی سے ہتھراؤ کیا کہ تمہارے نبی نے تم کو تمام باتیں سکھائی ہیں کیا پانچواں اور
 پیشاب کر نیک بھی طریقہ بتایا ہے یہودیوں نے تو طرہ ہی پوچھا تھا اُن صحابی نے جواب دیا
 کہ ہاں بتایا کیوں نہیں ہے ہم سے فرمایا ہے کہ کعبہ کی جانب منہ کر کے اور بیٹھ کر کے پانچواں اور
 پیشاب نہ کیا کرو بلکہ ایسی حالت میں مشرق یا مغرب رو ہو جاؤ کہ درخت سے قبلہ جنوب
 جانب ہے، آپ سمجھ سکتے ہیں کہ جو علم کسی شخص کے بھی ایسے جزئی حالات پر حاوی ہو وہ
 کس قدر کثیر المضامین ہوگا، اسی سے آپ علم حدیث کے کثرت مضامین کا اندازہ کر سکتے ہیں واقعہ
 یہ ہے کہ اس علم کی عظمت شیخ مسلمانوں کو مجبور کیا تھا کہ وہ اپنی پوری توجہ کتاب اللہ کے بعد اسی علم پر
 مبذول کریں اور اگر وہ ایسا نہ کرتے تو صرف قابلِ التزام ہی نہیں بلکہ دین کے آدھے بلکہ شاید
 اس سے بھی زائد حصے کو اپنے ہاتھ سے کھو بیٹھتے، آپ میں سے ہر شخص غالباً اس کو مانتا ہو گا کہ
 مسلمان کیلئے اگر وہ اپنے کو مسلمان کہتا ہے تو قرآن پر ایمان لانا اور اُس کے ارشادات کی اتباع
 اگر ضروری ہے ایسے بیوقوفوں کو جانے دیجیے جو اپنے کو مسلمان بھی کہتے ہیں اور قرآن کے
 ارشادات کی تعمیل اپنے اوپر ضروری نہیں سمجھتے اور محض اس حیلے سے کہ وہ ارشادات عرب کے
 یا اس وقت کے ضرورت کے اعتبار سے تہو، درجہ تمدن و انہیں ہوا اور عرب کے ایسے ہم کج خلقت
 نہیں ہیں تو اُن ارشادات کی تبدیلی ضروری ہے ایسے لوگوں سے کوئی پوچھے کہ آپ
 خدا کے وجود ہی کو کیوں عرب و غیر تمدن انسانوں کا بنایا ہوا معاذ اللہ دیکھو مسلمان
 نہیں خیال کرتے ایک ہر یہ کہتا ہے کہ معاذ اللہ خاکش بدہن معلوم نہیں اللہ نے
 ہر کوئی پیدا کیا ہے یا اللہ کو ہم نے بنایا ہی ہر حال ایسے بے عقلوں سے بحث نہیں ہے مگر جو
 قرآن کو مانتا ہو اُس کے واسطے قرآن ہی کے ساتھ ساتھ قرآن ہی کے حکم کے مطابق حدیث کو

خیال کرتے ہوئے مبرا سکون اسکو سماعت نہ کر تفسیر وقت کو معاف نہ مانینگے مگر اپنی امکانی کوشش میں مضمون کے مختصر کرنا نہیں کی ہوا سلیے قرون وسطی کے مؤرخین اور ان کے علاوہ ذہبی در ابن حجر و سیوطی کی کوششوں کو اور ہندستان میں خدمت حدیث کو میں نے مجملہ تحریر کیا ہوا اور اندلس میں خدمت حدیث کے ذکر کو میں نے کسی دوسرے وقت کیلئے چھوڑ دیا ہے اس پر بھی مضمون کافی طویل ہو گیا ہے جسکو مختصر آچھرات کو سناؤنگا اور اسطر حیر آپ کا بہت وقت بچاؤنگا۔

شروع مقصد

حضرات اعلم حدیث وہ علم ہے کہ جسکے ذریعے اقوال و افعال و حالات کا رتبہ معلوم ہوں، ان الفاظ کو دیکھتے ہوئے یہ علم دو سکڑوں کے اعتبار سے کوئی بڑا علم نہا ہر نہیں معلوم ہوتا مگر حقیقت علم حدیث کی اس تعریف میں جتنی عظمت شان کے علاوہ کثرت مضامین پوشیدہ ہے سچ یہ ہے کہ نہ تو اسکا اہل حصہ ہو سکتا ہے اور نہ بھی ہو سکتا ہے اور خدا کے کرامات میں بھی میر خاں میں اسکا پورا علم نہیں کہتے پھر اگر اس علم کے متعلقات کو دیکھا جائے تو یقین کیجئے کہ اسکا ہر شعبہ تقریباً ایک مستقل علم و فن بن گیا ہے جنہیں بعض کے متعلق تو کہا جاسکتا ہے کہ وہ علم حدیث ہی کی طرح یا اس سے کچھ ہی کم اپنے میں مضامین کی کثرت رکھتا ہے، مسلمان اگر یہ دعویٰ کریں تو بالکل صحیح ہے کہ جس مکمل درجہ اور جامع طریقت پر اہل اسلام نے اپنے نبی کے حالات علم حدیث کی کتابچہ میں جمع کر دیے ہیں اسکی نظیر دنیا کی کسی دوسری قوم یا مذہب میں کسی مذہبی پیشوا بلکہ کسی دوسرے شخص کے متعلق نہیں مل سکتی بلکہ علم حدیث ایک طرف مسلمان بجا طور پر باز کر سکتے ہیں کہ علم حدیث کے بعض متعلقات کے موجد مسلمان ہی ہیں در خاصہ اسما و الرجال کا عظیم نشان فن اہل اسلام اور صرف اہل اسلام کا حصہ ہے اور وہی اسکا موجد ہیں اور آج تک بھی مسلمانوں کے سوا کسی دوسرے مذہب والوں نے اس پر کافی تصحیح نہیں کی اور نہ اسکا اور دیگر

میں بھی کہیں اسکی ضمانت آئی ہے؟ حضرت نے اُن ہوی سے فرمایا کہ ہاں ہے کیونکہ میں نے کیا تنہا
 نہیں پڑھا مگر اتاکم الرسول فخذہ واما حکم عنہ فانہو ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کسی نے
 عرض کیا کہ نماز خوف اور عام نماز کا تو ذکر ہم قرآن شریف میں پائے ہیں مگر سنی نماز کا ذکر قرآن میں نہیں ہے
 ابن عمر نے ارشاد فرمایا میرے بھتیجے اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت فرمایا اور ہم کچھ نہیں جانتے تھے
 پس ہم ویسا ہی کرتے ہیں جیسا کہ حضرت کو بتائے گئے ہوئے دیکھا تھا کہ انی ابوہما الحسن الحسن ابیہما۔ ایک مرتبہ
 حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میرے بعد جو نبی ہو گا وہ میری امت میں سے ہو گا۔ اُن کے بعد
 حضرت قول تافو را دروازہ ہمسجری پر بھی گئے راہرواؤں ابوہریرہ سے محل کی کتب میں قرۃ باسرا بکر کے متعلق روایت ہے
 کہ جہاں حضرت کو ہم نے بالسر قرۃ کرتے سنا ہی وہاں بالسر قرۃ کرتے ہیں اور جہاں بالبحر
 قرۃ کرتے سنا ہی وہاں بالبحر قرۃ کرتے ہیں۔ باوجودیکہ ریشی کپڑا پہننا ناجائز
 ہے مگر حضور نے بعض اصحاب کو اس کے پہننے کی اجازت دی تھی پھر نص قرآنی سے ناجائز ہو
 گیا بود جانہ کو جنگ اُحد میں حضرت کی تلوار ایک تحفہ سے ملے ہوئے دیکھ کر انکی تعریف فرمائی
 باوجودیکہ عام و قحاش کے متعلق گواہی کیلئے دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی ضرورت ہے مگر
 خرمیہ کی اکیلی ایک گواہی کو دو گواہوں کے برابر قرار دیا جنگ خندق میں کم از کم ایک نژاد اور
 بعض وایتون کی بنا پر تین نمازین قضا کر دینگے، جنگ بنی قریظہ میں حضرت نے حکم دیا کہ لوگ
 جلد سے جلد مدینہ سے روانہ ہو کر بنو قریظہ کے قلعہ تک پہنچیں اس قدر جلدی کا حکم تھا کہ ارشاد ہوا کہ
 نماز عصر بنو قریظہ میں جا کر پڑھیں، صحابہ میں جنکو جیسے ہی اس حکم کی اطلاع ہوئی تیزی سے
 بلا کسی تاخیر سامان کیلئے ہرے روانہ ہو گئے، رات میں نماز عصر کا وقت آگیا تو نیلگا صحابہ میں
 سے بعض کی رائے تھی کہ حضرت کے ارشاد کا نفاذ عجلت سے نہ کہ نماز نہ پڑھنے کا حکم دوسرے گروہ کی
 رائے تھی کہ ہمارے اوپر نماز کی فرضیت سُرقت ہو چکی ہے نہیں جب تک بنو قریظہ نہ پہنچ لیں۔
 غرض کہ ایک جماعت نے نماز پڑھ لی اور دوسرے گروہ برابر چلتے رہے، جنہوں نے نماز پڑھی تھی وہ نماز سے
 فانی ہو کر نہایت تیزی سے دوڑتے ہوئے چلے یا تھک کر وہ اُس گروہ سے ملے جنہوں نے

یعنی قرآن لایا تو اس کے ارشادات کو بھی لانا ضروری ہوگا، ایک معمولی مثال ہے کہ اگر
 وائسے نے بادشاہ کی طرف سے مقرر ہو کر آتا ہے اور اس کے ساتھ شاہی حکم تقرر کا ہوتا ہے
 اور زمین لکھا ہوتا ہے کہ ہماری رعایا کو اس ہمارے قائم مقام کی وفاداری کرنا چاہیے
 جو وفاداری نہ کرے گا وہ سزا پائے گا اگر کوئی ایسا احمق ہو جو کہے کہ میں اس حکم کو تو
 ماننا ہوں۔ مگر وائسے کے کہنے کو نہ مانو گا تو ایسا شخص سزا پائے گا کیا انتہام کا
 مستحق ہوگا۔

اُسکے سمجھ سکتے ہیں کہ جب سرکارِ دین ایک وجہ نہیں بلکہ تقریباً تیس چالیس جگہ
 اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول کا حکم ہے اور مانا کہ الرسول فخذ وہ صاف صاف
 ارشاد ہے اور پھر اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ من یطع الرسول فقد اطاع اللہ جسے رسول کی اطاعت
 کی وہ اللہ کا اطاعت گذار ہو گیا تو اس کی مسلمان کا کہنا کہ احکام حضرت سالت ہمارے
 لیے واجب الاتباع نہیں ہیں ہوسکتا ہے اور کیا ہو، اور ایسا کہنے والا رسولوں کے
 بھیجنے والے خدا سے نعام کا سلیط بھی حق ہو سکتا ہے لا واللہ کلا واللہ ان آیتوں
 اور بعض دوسری آیتوں کے سہری مطالعہ سے ہر نصف مزاج اسی نتیجہ پر پہنچے گا کہ
 جو شخص قرآن کو ماننا ہے اس کے لیے کوئی گنجائش نہیں ہے کہ وہ یہ کہہ سکے کہ ہمارے لیے
 صرف قرآنی احکام ہی واجب العمل ہیں اور ارشاد نبوی ہمارے لیے بیکار ہیں واللہ من
 واقعہ یہ ہے کہ حضرت کے حکام اس حیثیت سے نہیں ہوتے کہ وہ ایک بات ہیں بلکہ
 اولین وحی خداوندی کا پہلو ہمیشہ قائم رہتا ہے سو جبے ارشاد دہا ہو کہ وما ینتطق
 عن الہوی ان ہوا لا وحی یوحی۔

ذیل کے واقعات میرے مذکورہ بالا بیانات کی دلیل ہیں، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ
 عنہ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ ارشاد نبوی ہے لعن اللہ الواشبات والمستوشبات اور
 اسکی بنا پر گند ناگودا نا ناجائز ہے ایک بی بی نے عبداللہ بن مسعود سے کہا کہ قرآن

لکھ لکھتے تھے کہ ناگاہ حضور انور بامسرت شریف لائے اور دریافت فرمایا کہ کیا کر رہے ہو
 لوگوں نے عرض کیا کہ جو کچھ حضور سے سنتے ہیں اُسکو لکھتے ہیں حضور نے اُسپر سخت ناراضی
 کا اظہار فرمایا اور آخر کار یہ مکتوب ضائع کر دیا گیا، حضرت ابو ہریرہؓ کو حضرت عمر رضی اللہ
 عنہ مشہور ہوا کہ اکثر احادیث پر سزا دی تھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قاعدہ تھا کہ جب
 کسی کو دالی مقرر فرماتے تو منجملہ دس کے نصاب کے یہ بھی اُسکو نصیحت فرماتے کہ
 دیکھو جن لوگوں کے پاس جالہ ہے ہودہ قرآن پڑھنے میں مصروف ہیں اور شب و روز
 اپنا وقت تلاوت قرآن میں صرف کرتے ہیں اُن سے زیادہ حدیثیں بیان کر کے
 اُنکے ذہنوں کو تشویش میں نہ ڈالنا، غرض کہ جب دایت حدیث کی یہ صورت ہو تو
 تردید و کتابت حدیث کی کیا صورت ہو سکتی تھی لیکن جہاں ایک طرف یہ تھا
 دوسری طرف نئے نئے امور کا پیش آنا اس امر پر مجبور کرتا تھا کہ سنت حضرت
 رسالت کی طرف توجہ کی جائے اور اسی بنا پر حضرت عمرؓ خود بھی اور آپ کے زمانہ میں
 دوسرے کبار صحابہ بھی جب کبھی کوئی واقعہ پیش آتا تو انصار و مہاجرین کو جمع کر کے
 حضرت سالت کا فتوے دریافت کرتے اگر اُن سے نہ معلوم ہو سکتا تو ازواج مطہرات سے
 دریافت کرتے اور معلوم ہو جانے پر اس پر عمل کرتے طاعون زدہ مقامات میں جانا
 غسل من غیر الانزال اور دیگر متعدد واقعات اُسکے شاہد ہیں لیکن یہ واقعہ ہے کہ
 باوجود ضرورت کے ایچرتبہ کے علاوہ صحابہ کے زمانہ میں کبھی بھی کتابت حدیث کا
 خیال نہیں ہوا اور حسب طبع قرآن مردوں تھا ایطرح حدیث بھی غیر مردوں تھے اور حسب طبع
 قرآن بعض بعض صحابہ کے پاس مکتوب تھا اور خود حضور انور متعدد اصحاب کے کتابت
 قرآن کراتے تھے بطرح احادیث کا ایک اچھا نمونہ مکتوب تھا اور مختلف اصحاب کے
 پاس موجود تھا ان مکتوبات کے علاوہ جو حضور نے کسرے و قیصر و دیگر تاجداروں کو
 روانہ فرمائے تھے حضور انور نے بعض اصحاب کو کچھ احکام اُنکے استدعا پر یا خود سے

نماز میں پڑھی تھی اور سب ملکر اکٹھا چلے یہاں تک کہ مشائخ کے وقت بنی قریظہ میں پہنچے اور اس وقت نماز عصر پڑھی، حضرت رسالتؐ وقفہ عرض کیا گیا حضرت نے دونوں گروہوں میں سے کسی کو بھی ملامت نہیں کی اس قسم کے سیکڑوں واقعات کتب احادیث پر ہیں۔ غالباً اسکے بعد کوئی گنجائش نہیں ہے کہ کوئی مسلمان یہ جرات کر سکے کہ حضرت رسالتؐ کے ارشادات کو درجہ حب التعمیل نہ سمجھے یہ اور بات ہے کہ مسطر جسے قرآن ہم تک متواتر ہلا کسی شک نہ شبہ کے پہنچا ہے مسطر پر احادیث کے متعلق ہم تک پہنچنے اور ثبوت میں شک ہو اور اس وجہ سے احادیث قرآن کی طرح واجب التعمیل نہ رہیں۔

الغرض مسلمانوں کیلئے احکام خداوندی کی طرح احادیث کو بھی ماننا نجات دہنی اور دنیوی کیو بسطے ضروری تھا اور ہے حضور انورؐ کے سامنے یہ ضرورت نہیں تھی کہ اُس کے واسطے ذرائع اور وسائل تلاش کیے جائیں کیونکہ اگر کوئی ضرورت پیش آتی تو خود حاضر ہو کر صحابہ حضرت انورؐ سے دریافت کر لیتے اور جواب دہنی پاتے مگر دور صحابہ میں تابعین کو بلکہ خود صحابہ کو بعض اوقات ضرورت ہوتی کہ حضور انورؐ کے ارشادات کو معلوم کریں، حضور انورؐ کے زمانے میں خود قرآن موجودہ حالت میں نہ تھا تو حدیث کا کیا ذکر، صحابہ نہ مہربین بدعت سے استقدر بچتے تھے کہ ادنیٰ ادنیٰ باتوں میں بدعت کو پسند نہیں کرتے تھے غصے کی دعوت میں ہلائے کہ حضرت ابو ایوب انصاریؓ نے فرمایا کہ حضور انورؐ کے زمانے میں تو ایسی تقریریں نہیں بلا دانہیں ہوتا تھا، قرآن کی تدوین پر ایک گمراہ صحابہ کو سخت اعتراض تھا، روایت حدیث پر سزا تک کی نوبت آئی، تدوین احادیث میں تو ایک ہی جزائی کا خوف تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ قرآن جو اس وقت تک موجودہ طور پر مکتوب نہیں تھا اور کلمات حضرت رسالتؐ بنیابی مقلو نہ ہو جائیں، علاوہ اسکے حضور انورؐ سے اسکی مانعت بھی مروی ہوئی تھی جیسا کہ مسند امام احمد بن ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ ابومرثدہ جملہ گٹھیلے ہوئے

احادیث کا علم ہو تو وہ عبداللہ بن عمرؓ، ترمذی میں ہے کہ ایک انصاری نے حضور انورؐ سے عرض کیا کہ جو کچھ حضرت رشاد فرماتے ہیں گو وہ مجھے بہت بھلا لگتا ہے مگر یاد نہیں رہتا ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ اپنے واسطے ہاتھ سے مدد لو یعنی لکھ لیا کرو اور کہا قال ان اوقات یہ امر صاف ظاہر ہے کہ اگر حضور انورؐ نے کتابت احادیث سے منع کیا تھا تو وہ غالباً کسی غرضت یا مخصوص اصحاب کیلئے ہوگا اور ممکن ہے کہ اس غرضت کی وجہ سے ہو کہ کہیں لوگ احادیث کے جانب غلو سے توجہ کریں اور قرآن کو چھوڑ دیں جیسا کہ بعد کو اسکا ظہور بھی ہوا، اسی خیال کی بنا پر ائمہ تہذیب زمانہ خلفائے راشدین میں بھی جمع احادیث کے خیال کو چھوڑنا پڑا تھا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ارادہ فرمایا تھا کہ احادیث کو ایک جگہ جمع کر دیا جائے صحابہ سے اس بارے میں مشورہ کیا تقریباً تمام اصحاب حضرت رسالتؐ نے اسکو پسند کیا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مہینہ بھر سوچتے رہے اسکے بعد ایک دن آپ نے سب کو جمع کر کے فرمایا میرا ارادہ وہ تھا جو تمکو معلوم ہے مگر کچھ یہ خیال ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم کتاب اللہ کو بالکل ترک کر دو اور یہود و نصاریٰ کے مانند صرف احادیث پر اپنی توجہ مبذول کرو یعنی اسکا نتیجہ یہ ہو جائے کہ قرآن بھی تو ریت و نخیل کی طرح دلوں سے جاتا ہے اور تحریف کا شکار ہو جائے، بہر حال جبستہ برآن سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی نیک کوششوں سے مدون ہو گیا اور آئین اختلاف و تلبیس کا اندیشہ نہ رہا تو اب صحابہ کو روایت حدیث میں بھی کوئی خوف باقی نہ رہا اور احادیث کثرت سے روایت ہونے لگے صحابہ میں سے چھ حضرات مکثرین فی الکثر کے مہلتے ہیں اور ان کے ساتھ ایک صاحب کا اور اضافہ کیا جائے تو سات اصحاب ایسے ہیں کہ جن سے ایک ہزار سے زائد احادیث مروی ہیں جنکی ترتیب از فرست حسب ذیل ہے۔

تمام اصحاب میں سے زیادہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے احادیث مروی ہیں یعنی ۵۳۴۷
 ان کے بعد عبداللہ بن سیدنا عمر فاروقؓ جن سے ۲۶۳۰ احادیث مروی ہیں، انس بن مالکؓ

تحریر کر کے مرحمت فرمائے تھے چنانچہ بخاری میں روایت ہے کہ حجۃ الوداع میں جب حضور اپنا مشہور خطبہ دیکھ کر تو ایک نینی شخص ابوشاہ نامی کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ حضور ان حکام کو مجھے لکھ دین حضور نے حکم فرمایا کہ اس شخص کو یہ احکامات لکھ دیے جائیں۔ فقال اکتوب لابی فلان نیز کتاب الصدقہ جو مشہور بین المحدثین ہے اسکو حضور انور نے عمرو بن حزم کو اسطے انکو بحرن کا والی مقرر کرتے وقت لکھوایا تھا نیز (ترمذی اور ابوداؤد میں) ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور انور نے صدقات کے متعلق احکام اپنے تمام عال کو اسطے لکھوائے تھے مگر انکو تقسیم کرنے کی نوبت نہیں آئی کہ دفات شریف ہو گئی، امیر المؤمنین ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انکو لکھوا کر انکے موافق احکام صدقات جاری کیے اور آپ کے بعد امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق اور سیدنا مولیٰ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما نے اس مکتوب گرامی کے مطابق عمل کیا یہ سب جزئی احکام تھے جو حضور انور نے انہی دفات سے چند ماہ پیشتر لکھوائے تھے انکے علاوہ سیدنا عبداللہ بن عمر بن العاص رضی اللہ عنہما جو کچھ حضور انور سے سماعت فرماتے تھے لکھتے جاتے تھے جسکی تصریح مختصر بخاری میں بھی موجود ہے ایک مرتبہ بعض اصحاب نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا کہ تم یہ کیا غضب کرتے ہو حضور انور سے سماعت فرماتے ہیں کسی پر غصہ میں کچھ ارشاد فرمادیتے ہیں اور واقعہ حضرت کانٹا سوائے انہما غصہ کے اور کچھ نہیں ہوتا کم از کم ان واقعات کو تو نہ لکھا کرو عبداللہ بن عمر نے حضور انور سے اپنے لکھنے اور صحابہ کے اعتراض کرنے کا پورا واقعہ عرض کیا ارشاد عالی ہوا جسکا مطلب یہ ہے کہ میں کبھی کوئی غلط بات نہیں کہتا تم جو کرتے ہو کیے جاؤ اور کسی کے کہنے کا کچھ خیال نہ کرو فقال اکتوب فالذی نفسی بیدہ ما یخبر منہ للاحق اعرضیک عبداللہ بن عمر وہ بے ستور امداد پیش لکھتے رہے جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ جو لوگ مکتوبین بالروایت تھے انکو بھی اعتراض تھا کہ ہم سے رائد اگر کسیکو

میں حضور نے علاوہ صدقات کے بعض دیگر احکام بھی ابن ابی حزم کو لکھوا کر مرحمت فرمائے تھے ۱۲ غایت

بھی سیکونین ہوتی تھی بقیہ اصحاب رسول اللہ ان حالات کو برداشت نہ کر سکے اور انھوں نے
 احادیث بیان کر کے اہل حق کی مدد ضروری سمجھی اس لیے روایت حدیث کثرت سے ہونے لگی
 اور لوگ مشتاقانہ اُن سے استفادہ کرنے لگے لیکن اسکے ساتھ ایک فتنہ اور پیدا ہو گیا
 یعنی اہل بدعت کو اور باغیوں کو اُس کے توڑ کیلئے مجبوراً اسی ہتھیار سے کام لینا پڑا
 اور اُس کے لیے ہتھیار کو گون نے احادیث کو دھلیے ان گٹھ نیوالوین سے کوئی شخص
 حضرات اصحاب میں سے نہ تھا بڑی مشکل صحیح اور غلط میں امتیاز کو نہیں پیش آنے لگی
 صحابہ کا یہ آخری دور تھا لوگوں نے زیادہ تر یہ کیا کہ غیر صحابہ میں سے ہر کس و ناکس
 پر اعتماد کو مٹا کر دیا اور عموماً صحیح احادیث کے سننے کیلئے دور و دراز سے سفر کر کے
 صحابہ کے پاس آتے اور اُن سے منکر اطمینان حاصل کرتے کیونکہ صحابی اور رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان کسی غیر کا واسطہ نہ تھا یہ امتیاز اس حد پر پہنچا کہ ایک مرتبہ
 اللہ دین میں سے کوئی بڑے امام حج کرتے کیلئے گئے عرفات پر انھوں نے ایک
 جگہ پر لاتعداد لوگوں کا مجمع اس طرح پر دیکھا کہ گویا وہ کوئی خطبہ یا وعظ سن رہے ہیں
 اور اس قدر کشمکش ہے کہ سید کا وہاں پہنچنا بھی مشکل ہے انکو نہایت تعجب ہوا اور
 بشل جمع کو جیرتے پھاڑتے مجمع کے اندر پہنچنے دیکھا اونچی جگہ پر ایک تخت بچھا
 ہوا ہے اور ایک نورانی صورت کے بزرگ بیٹھے ہوئے ہیں اور جب وہ کوئی بات
 سنا جاتے ہیں تو لاکھوں کے مجمع میں ایسا سکون اور خاموشی پیدا ہو جاتی ہے مگر
 ٹکری بھی گرے تو اسکی بھی آواز سنی جاسکے انھوں نے ایک صاحب سے درخت
 لیا کہ یہ کون صاحب ہیں اُن صاحب نے کہا یہ ایک صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 ہیں اور روئے زمین پر اب ہی ایک فی ات مقدس رہ گئی ہے جس نے اپنی آنکھوں سے
 عالم جہان آلا نبوی کی زیارت کی ہے حاضرین میں سے ہر ایک شخص اس تہنن
 میں کہ اگر حضور انور کی زیارت سے محروم رہا تو کم از کم ان مبارک آنکھوں کو

ام المؤمنین عائشہ صدیقہ ۲۲۱۰۔ جبر الامۃ ابن عم رسول اللہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ
 عنہما ۱۶۶۰۔ جابر بن عبداللہ انصاری ۱۵۲۰۔ ابو سعید خدری ۷۰۔ احادیثوں کے گروہ ہیں
 اس فہرست سے آپ کو اندازہ ہوگا کہ ابو ہریرہ کے مقابل کسی دوسرے سے
 ان کے نصف احادیث بھی مروی نہیں ہیں، گو یہ کثرت روایت کی کوئی فضیلت نہیں ہے
 آپ کو اوپر کی فہرست سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ اس فہرست میں خلفائے اربعہ تو کیا
 عشرہ مبشرہ بلکہ سابقون و اولون میں سے کسی کا بھی نام نہیں ہے کیا راوی اب تو احادیث
 روایت فرمائیے بے انتہا ڈرتے تھے بخاری شریف میں سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما
 زبیر بن العوام سے مروی ہے کہ آپ کے صاحبزادے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے
 ایک مرتبہ والد ماجد سے عرض کیا کہ میں آپ کو حضور انور کی حدیث بیان کرتے ہوئے
 اس طرح نہیں سنتا ہوں جیسا کہ فلان فلان لوگ بیان کرتے ہیں، حضرت زبیر نے
 فرمایا کہ گو میں حضرت سے کبھی جدا نہیں ہوا لیکن مجھ کو بہت زیادہ علم ہے مگر میں نے
 حضور انور سے سنا ہے کہ حضرت ارشاد فرماتے تھے کہ جو شخص مجھ پر جھوٹ کہے اسے
 اپنی جگہ آگ بنا لینا چاہیے من کذب علیّ فلیتیئو مقعدہ من النار یعنی مجھ کو ڈر
 معلوم ہوتا ہے کہ کہیں غلطی سے کوئی بات حضور انور پر غلط نہو جائے اس لیے میں
 کثرت سے احادیث نہیں بیان کرتا ہوں۔ قریب قریب بعض دیگر کبار اصحاب سے بھی مروی
 ہو مگر جب قصیر و کسریٰ کی سلطنتوں پر مسلمان قابض ہو گئے تو ضرورت شدید روایت حدیث کی
 ہوئی۔ اب نو مسلم حضور انور کے حالات جاننے کیلئے دروازے سے سفر کر کے حرمین
 حاضر رہتے ضروریات اور اوقات و دروز زیادہ ہوتے جلتے تھے، کتاب اللہ سے
 استنباط ہر شخص کیلئے آسان نہ تھا مجبوراً اصحاب کی خدمت میں حاضر ہو کر احادیث کے مسائل
 کا حل کراتے تھے ہی زمانے کے بعد ایک درمیدیت تازہ پیش آگئی یعنی اہل بیت
 کا دور ہونے لگا اور اہل حق کے مقابل میں بنیادوں ہونے لگی، اس کے بعد اظہار حق کی جہاد

ہونے لگے اور لوگوں میں حافظ کی بھی کمزوری محسوس کی جانے لگی، دنیا کی قدرتی
 امور میں سے یہ بھی ایک حقیقت واقعہ ہے کہ جب قدر انسان اپنے مصنوعات پر بھروسہ
 کرتا جاتا ہے اس قدر قدرت کی پیدا کی ہوئی اشیاء سے کم مستفیض ہوتا ہے یا جب قدر
 مادیات کے ذریعے آدمی کام لیتا ہے اس قدر روحانیت کا فقدان ہوتا جاتا ہے
 مثال کے طور پر موجودہ طب اور طبِ شیم ہی کو دیکھ لیجیے، پہلے اطباء اور حکماءِ عالمہ
 بذریعہ اشراق روحانی طور پر کرتے تھے نہ انکو نبض دیکھنے کی ضرورت نہ بولنے کی
 جانچنے کی حاجت تھی لیکن رفتہ رفتہ ان امور کے ذریعے تشخیصِ امراض ہونے لگی
 ایسے عقل انسانی بذریعہ حواس کام کرنے لگی اب اس طرح کی تشخیصِ مرض کو آج کل تشخیص
 سے مقابلہ کیجیے جبکہ ہر قسم کے آلات موجود ہیں مگر اس سے بحث نہیں کہ ان دنوں
 میں سے کون طریقہ صحیح ہے مگر واقعہ یہ ہے کہ اگلے اطباء اپنے عقل فرست دھواس
 ظاہر کی مدد سے جس طرح حیرتناک طریقہ تشخیصِ امراض کرتے تھے وہ اس زمانے
 میں بالکل مفقود ہے بلکہ موجودہ ڈاکٹر اور ان کے معتقد ایسے واقعات کو افسانہ
 اور کہانی سے زیادہ وقعت نہیں دیتے مگر واقعات کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے والے
 جانتے ہیں کہ یہ واقعات ہیں جنکا انکار دوسرے مشاہدات کے انکار کے مانند ہے
 غالباً پہلے محترم اور معظم بزرگ سید جاکر صاحب کو تو سیکڑوں ایسے واقعات کا
 علم ہوگا اور بعض واقعات تو خود میرے چشم دید ہیں لیکن اب طبی دنیا آلات کے
 ذریعے اس طرح تشخیصِ امراض کی عادی ہو گئی ہے کہ اگر اس وقت کوئی ایسا مریض
 سامنے آجائے جسکا مرض آلات کے ذریعے تشخیص نہ ہو سکتا ہو تو ایسی حالتوں میں ڈاکٹر
 سے بہت نا اہل ہائے پرانے اطباء کامیابی سے علاج کر سکتے اسکی وجہ
 یہی ہے کہ آلات کے وجود نے عقل کو ذریعہ دوسرے مشکل ذرائع سے کام لینے کی عادت
 چھڑا دی ہے بعینہ یہی حالت قوتِ حافظ کی ہے ہم آئے دن دیکھتے ہیں کہ بچپن کو

دیکھ لے جنہوں نے جلوسہ ایزدی کو شکل انسانی میں اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور کوئی ایک کلمے
 بھی ان بزرگ سے مسئلے جسے اپنے کانوں سے وحی کو صاحبِ جی سے سنا ہے اس کیلئے
 واقع سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ صحابہ سے احادیث سننے کا کس قدر شوق اس وقت
 موجود تھا اس وقت تک صحابہ کی موجودگی کی وجہ سے لوگوں کو اس کی فکر نہ تھی کہ کوئی شخص
 اگر کسی ہونئی احادیث کے ذریعے سے انکو دھوکا دے سکتا ہے اسلئے جرح و تعدیل اور سوسلے
 صحابہ کے کسی دوسری کسوٹی کی انکو احتیاج نہ تھی۔ ابن سیرین سے میزان الاعتدال
 میں مروی ہے کہ اسناد کے پرکھنے کی ضرورت واقعاتِ فتن کے بعد ہوئی اسکے
 قبل اسکی ضرورت نہ تھی، صحابہ کے بعد تابعین کی بار نے اس خدمت کو اپنے ذمہ
 لیا اور چونکہ تابعین ہی کے گروہ دین و دُعا میں بھی شامل تھے اسلئے ائمہ دین کو زیادہ
 متوجہ ہونا پڑا، اور سوسلے بڑے بڑے ائمہ دین کے دوسرے دین پر اعتبار کرنا دشوار ہو گیا
 عام طالبین حیران تھے کہ کیا کرین کس طرح غلط کو صحیح سے تمیز کرین مجبوراً انھوں نے
 صرف انھیں تابعین پر اعتبار کیا جنکی ثقاہت زہد و تقویٰ کو خود اپنی آنکھوں سے
 دیکھا اور جانچ لیا تھا اور جنکی تعریف و توصیف گروہ صحابہ میں بھی ضرب المثل تھی
 جیسے سعید بن مسیب، عروہ بن زبیر، قاسم بن محمد بن ابی بکر، حسن بصری، علقمہ، نانف
 مولیٰ بن عمر، سالم بن عبداللہ بن عمر دیکھ کر بتا رہے تھے کہ جنہوں سے اکثر صحابی زاد
 یا صحابہ کے تربیت دادہ اور منظورِ نظر تلامذہ تھے، ایک طرف اگر اہل بیعت گروہی
 ہوئی احادیث کی اشاعت اور صحیح حدیثوں کے چھپانے سے اہل باطل کی مدد
 کرتے تو یہ کیا۔ تابعین اپنی نیک کوشترون سے انکا مقابلہ کرتے تھے اور بلا خوف
 و تامل ائمہ احادیث صحیحہ بیان کرتے اور چھوڑنے کے جھوٹ کو علی الاعلان واضح
 کرتے مگر اسمین شک نہیں کہ دونوں طرف کی کوششیں بار آور ضرور ہوئیں گو کوئی
 کم اور کوئی زائد مگر اب پیش کش کرنے لگی کہ حذائق ملت ایک کے بعد ایک فوت

کی جانب توجہ کرنا نظر نہیں پڑا اگر کہیں احادیث کو بھی قرآن کی طرح غفلتے راہ دین نے
مدون کر دیا ہوتا تو یقین کیجیے کہ بہت کچھ کیا بلکہ قرآن ہی کی طرح وہ بھی دست صرف سے
محفوظ ہو جاتے اور باہمی مسلمانوں میں کثیر فرقہ بندیوں کی زائد تر روک تھام ہو جاتی
آج احادیث میں جو جو شبہات اور شکوک و سناو اور الفاظ کے اختلاف کی وجہ سے پیش
آتے ہیں قرآن کی طرح تدوین و جمع کے بعد پیش نہیں آسکتے تھے مگر قدرت کو یہ منظور
نہیں تھا اور وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رسلے کی موافقت کر رہی تھی، سب سے معتبر
اور مستند احادیث کا مجموعہ جو عمر رسالت کی یادگار تھا اور حبیبین ابو ہریرہؓ کی ۲۴۷
احادیث سے بھی کہیں زائد احادیث جمع تھے وہ بھی قدرت نے ہائے پاس باقی نہ
رہنے دیا میں سمجھتا ہوں کہ دنیاے اسلام میں حدیث کا اول مجموعہ وہ تھا جو عبداللہ بن
عمر بن العاص حضور انور کے زمانے میں لکھتے جاتے تھے اور گو غالباً وہ مدون صورت
میں نہیں تھا مگر احادیث کا ایسا مصدق اور مستند مجموعہ تھا کہ صحیح بخاری و مسلم کی بھی
اسکی موجودگی میں وہ وقعت باقی نہ رہتی جو ان دو کتابوں کو آج دنیاے اسلام میں
حاصل ہے مگر افسوس کہ یہ مجموعہ نامعلوم اسباب سے ضائع ہو گیا اور اسکا کوئی وجود
بلکہ تذکرہ بھی اسوقت تک کیا قرون اولے میں بھی سننے میں نہیں آیا اور خدا جانے
کہ وہ کیا ہو گیا بلکہ لطف یہ ہے کہ اس مجموعہ کے جامع یعنی عبداللہ بن عمر بن العاصؓ
جو احادیث اسوقت تک تھیں احادیث میں مروی ہیں انکی تعداد صرف ۸۰۰ ہے جو
ابو ہریرہؓ کی مرویات کے پچھلے سے بھی کم ہے اور دیگر مکتوبین فی الروایۃ سے بھی
بہت کم ہے ہر حال اس اول مجموعہ کے علاوہ ہنگو دور صحابہ میں کسی دوسرے
مجموعہ احادیث کا تذکرہ نہیں ملتا ہے سولے جزئی احکام صدقات وغیرہ کے
جب تابعین اور کبار ائمہ دین بھی دنیا سے تشریف لیجانے لگے تو ان کی کم پیدا
ہوئی کہ احادیث کی حفاظت کی کیا صورت اختیار کی جائے دوسری طرف تسلیم کے

قرآن شریف یاد کرایا جاتا ہی اور وہ اسکو باسانی یاد کر لیتے ہیں مگر جب کتاب سمجھنے کا کام آجاتا ہے تو رفتہ رفتہ یہ قوت کمزور ہو جاتی ہے چنانچہ جقدر قوت حافظہ بچو تنگی قوی ہوتی ہے جو انونگی اتنی نہیں ہوتی، حضور انور کی بعثت کے وقت عرب میں کتابت کا بہت کم رواج تھا، حضور انور کے اصحاب ہاجرین و انصار میں دنات شریف کی وقت معدودہ چند حضرات کتابت جانتے تھے زید بن ثابتؓ نے حضور انور کے ارشاد کے مطابق کتابت سیکھی تھی ان اصحاب کا تین کی تعداد ازائد سے زائد جو مردی ہوئی ہے وہ پذیرہ بھی مشکل سے ہو گویہ تعداد ضرورت کے اعتبار سے برابر تیزی سے بڑھتی رہی اور آخر عہد صحابہ میں تو ہزاروں سے متجاوز ہو گئی ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں جبکہ اسباب مادی کم تھے تو انسان کو خدا کی عطا کی ہوئی قوت حافظہ سے کام لینا پڑتا تھا اسکا نتیجہ یہ نکلا کہ اہل قوت تمام تر بھروسہ حافظہ ہی پر تھا اور عوام عرب در خاصہ صحابہ ایسی زبردست قوت حافظہ رکھتے تھے کہ اسکا قیاس کرنا بھی دشوار ہے جو تعداد احادیث کی اس وقت موجود کہتے ہیں موجود ہے وہ ہزاروں سے متجاوز ہو گئی ہے اور یہ سب صحابہ کے قوت حافظہ ہی کے ثمر ہیں، قرآن شریف بھی علاوہ مکتوبہ قوت حافظہ ہی پر بھروسہ کر کے لکھا گیا تھا وہ صحابہ نے من اولہ لے آخرہ اسکو حضور انور کے عہد میں حفظ کر لیا تھا اور بڑی بڑی سورتوں کے تو اکثر حافظ تھے یہ حفظ باللفظ کی کیفیت تھی حفظ بالمعنی تو تقریباً تمام اصحاب کو تھا ایسوجسے اصحاب کو اپنی قوت حافظہ پر پورا اعتماد تھا اور کبھی بھی شاذ و نادر کے سوا انھوں نے کتابت کی جانب توجہ نہیں کی لیکن جیسا کہ میں اوپر بیان کر چکا ہوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی کے زمانے میں جمع حدیث کی ضرورت محسوس ہونے لگی تھی اور تمام صحابہ اسکو جمع کر دینے کی راہ ظاہر کر چکے تھے مگر قرآن کے ساتھ بے توجہی کے خوف نے اس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مجبورنا باز رکھا تھا اور اس کے بعد ہلکوبادجو تلاش پھر کبھی صحابہ کا جمع احادیث

اس لیے جو کچھ علی حدیث مکتوب کرتے اس کو اپنے پاس ہی محفوظ رکھتے اور تلامذہ کو اپنی کتاب پڑھ کر
سنائیے یا تلمیذ استاد کی کتاب اس کی اجازت سے پڑھتا اور دوسرے تلامذہ اور استاد تو حسب
سننے رہتے اور جب تک اس طریقہ کو نہ برتنے آجکل کی طرح حوالہ کتاب سے روایت کے مجاز نہ ہو
اور اگر روایت کرتے بھی تو وہ حدیث متصل نہ سمجھی جاتی اس کی وجہ صرف یہی تھی کہ کتاب میں
قلبی ہونیکے وجہ سے تصرفات کا احتمال تھا اور قوت حافظہ پر ایسا اعتماد تھا کہ اس میں
گنجائش تصرفات کی بہت کم سمجھتے تھے اس سے آپ مذاکرہ کر سکتے ہیں اُس نے مانے میں
قوت حافظہ کس قدر زبردست تھی کہ کتاب سے بھی زائد وہی قابل اعتماد ہوتی تھی غالباً
اُس نے مانے کے حیرتناک حافظہ کے قصے اپنے بہت سنے ہوئے اور معلوم نہیں کتنے لوگ
ہونگے جو انکو افسانہ سے زائد وقعت نہ دیتے ہونگے مگر وہ واقعات تھے کہ جبکا قدر
مشترک متواتر کی حد پر پہنچ چکا ہے، اگر طول مضمون کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں آپ کو
محدثین کے قوت حافظہ کے دلچسپ قصص سناتا، دور حاضر سے سو برس قبل تک ایسی
زبردست قوت حافظہ کی متعدد مثالیں موجود تھیں جو انوس ہوں کہ اب بطور نادر و نایاب
کبھی کبھی سننے میں آتی ہیں، اصمعی نے تین دہن قرآن یاد کر لیا تھا، ابوتام اور تنبی
کو جاہلیت در اسلام کے شعرائے عرب کے ایک لاکھ سے زائد اشعار یاد تھے، امام احمد بن
حنبل کو سات لاکھ سے زائد دس لاکھ تک، حافظ ابو ذراعہ کو سات لاکھ، یحییٰ بن
معین کو دس لاکھ، مسلم کو تین لاکھ، ابو داؤد کو پانچ لاکھ، حافظ ابو بکر کو ایک لاکھ،
حافظ ابو عباس کو تین لاکھ سے زائد، اسحاق بن راہویہ کو ستر ہزار حدیثیں بروبان
یاد تھیں، بخاری کی قوت حافظہ کا ایک حیرتناک واقعہ عام تھا جو عین مردی ہے
کہ جب بے ہند آدمین گئے تو لوگوں نے انکا امتحان لینا چاہا اور دس دی سکھا پڑھا کر
اسکے لیے مقرر کیے، مگر ابام بخاری میں احادیث بیان کر رہے تھے تو اُن دس
آدمیوں میں سے ایک آدمی اٹھا اور اُس نے دس صحیح حدیثیں جنکی سندیں اُس نے بدل دی تھیں

نکل پڑنے کی وجہ سے جسکی طرف ارشاد نبوی میں اشارہ بھی کیا گیا تھا۔ لوگوں میں بجائے قوت حافظہ کے کتابت پر بھروسہ کر نیک خیال پیدا ہو رہا تھا اسلیے اولاً خلیفہ راشد مجید مائتہ اولیٰ شیخ نبی امیہ امام عادل عمر بن عبدالعزیز نے اپنے نامور نانا فاروق اعظم کی پیروی میں جمع احادیث کا ارادہ کیا اور حدود و سلطنت میں جو کبار ائمہ موجود تھے انکو لکھ بھیجا کہ سنن حضرت رسالت کو لکھ کر ایک جگہ جمع کرو بخاری اور موسیٰ کی روایت سے معلوم ہوتا ہی کہ خالصہ ابو بکر بن محمد بن عمرو بن حزم کو عمر بن عبدالعزیز نے لکھ بھیجا کہ احادیث و سنن کو لکھ کر میرے پاس بھیج دو مجھے خوش ہے کہ علما جلد جلد وفات پا رہے ہیں اور کہیں ایسا نہ کہ علم فنا ہو جائے بقول حافظ ابن حجر عسقلانی یہ تدریس حدیث کی اول کوشش تھی کہ جو عمر بن عبدالعزیز کے حصہ میں آئی ابو بکر بن محمد بن عمرو بن حزم یہ انھیں محمد بن حزم کے پوتے ہیں جنکے واسطے حضور نے احکام تصدقات لکھوائے تھے اور میرا خود خیال یہ ہے کہ غالباً اس وجہ سے عمر بن عبدالعزیز کی نظر انتخاب انھیں پر پڑی، حمید ابن عبدالبر میں ہے کہ اس حکم کی تعمیل میں ابو بکر حزمی نے چند مجموعہ احادیث لکھے لیکن عمر بن عبدالعزیز تک سکے پہنچنے کی نوبت نہیں آئی اور عمر بن عبدالعزیز کا انتقال ہو گیا۔ جن دوسرے ائمہ کو حضرت عمر بن عبدالعزیز نے لکھ بھیجا تھا ان میں امام مالک کے مشہور استاد زہری بھی تھے اور انھوں نے بھی امیر المؤمنین کے ارشاد کی تعمیل کی اور اہل سیوطی میں حافظ ابن حجر کی شرح بخاری سے نقل کیا گیا ہے کہ اول من دون الحدیث ابن شہاب الزہری فی خلافتہ عمر بن عبدالعزیز بامرہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عمر بن عبدالعزیز کے حکم کی غالباً دوسرے ائمہ نے بھی تعمیل کی ہوگی اور امام مالک کے استاد زہری نے بھی کوئی مجموعہ حدیث تیار کیا تھا، اسکے بعد کتابت کا دروازہ کھل گیا اور تدریس کتب کے جانب لوگوں کی زیادہ توجہ ہو گئی، مگر اول تو کتابت کم جانے کی وجہ سے دوسرے کتابت میں دھوکے اور فریب کے خیال سے ائمہ کو زیادہ بھروسہ حافظہ ہی پر ہوتا تھا۔

تو انکو نہایت تعجب ہوا اور مولانا سے بظاہر اس فضول فعل کے متعلق دریافت کیا
 مولانا نے ہنس کر فرمایا کہ محض تفریح طبع کیو اسطے یہ کرتا ہوں اور جو کچھ سنتا ہوں
 اسکو یاد کر لیتا ہوں، حضرت شاہ صاحب نے تعجب سے پوچھا کہ آپ کو کیا یہ اشعار یا دہی
 ہو جاتے ہیں، مولانا نے فرمایا اگر آپ کو یقین نہ ہو تو امتحان لے لیجئے انھوں نے
 آتش کا دیوان اٹھا لیا اور مولانا نے پڑھنا شروع کیا تو واقعاً مولانا کو سب
 یاد تھا، خود مولانا سے روایات یہ کہ انکو تقریباً پندرہ ہزار صرف اردو کے اشعار
 یاد تھے، موجودہ فرمانروائے رامپور کا بھی ایسا زبردست حافظہ ہے کہ اسکی نظیر
 مشکل سے ملیگی، اردو فارسی، عربی کے شعرائے ماضی کا اسکا کلام انکو یاد ہے کہ میرے
 سامنے نا آئی اور دیگر شعرا کے قصائد انھوں نے پڑھ کر سنائے، علاوہ
 انکے کتب درسیہ کی عبارتیں اب تک انکے حافظہ میں ہیں، افق المبین سے انکو عشق
 ہے آپ ان مثالوں سے اگلے حافظہ حدیث کے قوت حافظہ کا صرف ناقص اندازہ
 کر سکتے ہیں ورنہ حقیقی اندازہ تو اسوقت با فرق العقل سمجھا جائیگا، غرض کہ قوت حافظہ کی
 بے مثالی نے فردن اولیٰ میں کتابت سے حفظ کو مقدم ہی رکھا اسی بنا پر صحابہ اور
 تابعین میں اختلاف تھا کہ کتابت حدیث جائز بھی ہے یا نہیں، گو بعد کو نووی کہتے
 ہیں کہ امت نے جو کتابت پر اتفاق کر لیا ہے مگر پھر بھی بعض کبار علما کی رائے ہے
 کہ کتابت پر حفظ کو عموماً تقدم حاصل ہے مگر سچ یہ ہے کہ اگر کتابت میں جعل و فریب کا
 احتمال نہ ہو اور دوسرے وہ شرائط جو مکتوبے روایت حدیث کے متعلق محدثین نے لکھے
 ہیں، پائے جائیں تو یقیناً اسکو تقدم ہونا چاہیے اور اسلئے مانے میں تو حفظ کی کوئی بحث
 ہی نہ ہو، غرض کہ صحابہ و تابعین کے اپنے قوت حافظہ پر پھر دوسرے کیا نتیجہ ہوا کہ بہت کم
 انکو کتابت جمع احادیث کا اتفاق ہوا مگر عام رجحان کتابت کا خیال کرتے ہوئے یہ
 ناممکن تھا کہ وہ کتابت کی جانب کچھ بھی توجہ نہ کرتے اور خالصتہ جہل المومنین کا حکم بھی

امام بخاری کے روبرو پڑھیں بخاری نے کہا کہ یہ حدیثیں میں نہیں جانتا دوسرا شخص اٹھا
اُس نے دوسری دس حدیثیں اس طرح سن دیا متن میں گڑبڑ کر کے پڑھیں اور بخاری سے
دریافت کیا بخاری نے کہا میں نہیں جانتا لیکے بعد دیگرے دسوں آدمی کھڑے ہوئے
اور ہر ایک نے اس طرح حدیثیں گڑبڑ کر کے سنائیں اور ہر مرتبہ بخاری یہ کہہ دیتے کہ
میں نہیں جانتا صاحب سب امتحان لینے والے ختم ہو گئے تو بخاری نے پوچھا کہ اب
تو کوئی باقی نہیں برکسی نے کہا کہ نہیں تب بخاری نے اول دریافت کر لیا اُسے سے
کہا کہ تم نے جو حدیثیں اس طرح بیان کیں اس سند سے اس طرح پر مروی ہیں نہ کہ جس طرح
تم روایت کرتے ہو اس کے بعد ترتیب اور ہر سائل کی حدیث کے متعلق اُنکی غلطیاں اور
صحیح طریقہ سند و متن کا بیان کر دیا۔ تھوڑے زمانہ قبل تک نے بدست قوت حافظہ کی
بہت مثالیں موجود تھیں جن کا بطور نا در واقعات کے کبھی کبھی سننے میں آتی ہیں، علماء
فرنگی محل میں ملاح حسن شارج سلم کا حافظہ ہندو زبردست تھا کہ کتب درسیہ اُنکو اکثر
بر زبان یاد تھیں ایک مرتبہ اُنکے ایک شاگرد ہار یہ پڑھ رہے تھے اُنہیں کئی سطرین کتاب سے
لکھنے میں چھوٹ گئی تھیں جب شاگرد وہاں پہنچا تو ملاح حسن نے اپنی یاد سے پوری
ٹھپٹی ہوئی عبارت درست کرادی، اگر اُنکا کوئی شاگرد دوسری کتاب کی عبارت غلط
پڑھتا تو اُسکو اپنی یاد سے درست کرادیتے، مولانا بحر العلوم نے ایک بڑی بڑی مہبط کتاب
صرف تین دینیں پوری دیکھا اُسکے مضامین اپنے ذہن میں محفوظ کر لیے، مولانا عبدالحی
کو بھی بلا کا حافظہ قدرت مرحمت ہوا تھا، مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا قاعدہ تھا کہ جس وقت
تصنیف فرماتے اپنے ایک دست مولوی عبدالحی فرنگی محل کو اپنے پاس بٹھا لیتے
اور آتش یا نسخ یا مصحفی کا دیوان کھول کر اُنکے سامنے رکھ دیتے مولوی عبدالحی حسب
دیوان پڑھنا شروع کرتے اور مولانا تصنیف شروع فرماتے ایک مرتبہ حضرت مولانا شاہ
محمد حسین الہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے حوا مولانا سے ملنے آئے اُنھوں نے جو یہ دیکھا

علما کو مختلف پریشانہ نوعیت سے مبتلا کر دیا اور ہر شخص اپنے اپنے انکار میں مبتلا ہو گیا، جب
 بنی امیہ کا خاتمہ ہو گیا اور بنی عباس کی حکومت قائم ہوئی تو اب بنی امیہ کی ایک نئی مصیبت
 پیش آنے لگی، سلطنت گروی اور دوسری پولیٹیکل وجوہات سے لوگوں نے وضع احادیث
 زیادہ کرنا شروع کیا اور اپنے اپنے اغراض کے موافق حدیثیں گڑھل کر لوگوں میں کثرت سے
 پھیلاتا شروع کر دیں، اس ابتلا کو دیکھ کر ائمہ موجودین نے جمع احادیث کی جانب توجہ کی اور
 سب کے پہلے ربیع بن صبیح نے حدیث میں باقاعدہ کتاب تالیف کی اور اسکی تقسیم ابواب
 فقہیہ پر کی جیسا کہ میں اوپر ذکر کر چکا ہوں علامہ سیوطی کہتے ہیں کہ شعبی نے اس سے بھی
 پہلے ترتیب ابواب کے ساتھ ایک مجموعہ حدیث تیار کیا تھا بہت ممکن ہے کہ چند ابواب خاص کی
 کوئی تصنیف شعبی کی بھی ہو مگر کوئی مجموعہ جسکو کتاب کہا جاسکے غالباً شعبی نے مدون
 نہیں کیا تھا اور یہ شرف دوسری صدی کے علما کے حصہ میں لکھا تھا نہ ہری یا ابن حنیم
 یا ابن شہر بلکہ عبداللہ بن عمرو بن عاص کے مجموعات حدیث کی یہ صورت تھی کہ جو کچھ
 احادیث انکے علم میں تھے، ان بزرگوں نے بلا کسی تقسیم و ترتیب کے انکو اکٹھا ایک جگہ
 جمع کر دیا تھا، تودین حدیث پہلی صدی میں صرف اسقدر ہوتی تھی، دوسری صدی کے
 علما نے اس میں ایک قدم اور آگے بڑھایا اور جیسا کہ میں نے اوپر عرض کیا ہے مشہور یہ ہی
 کہ ربیع بن صبیح نے اس خدمت کو پہلے انجام دیا، علما نے حدیث میں اس بارے میں
 اختلاف شدید ہے کہ اس قسم کی کتاب جب میں تقسیم ابواب کے ساتھ احادیث کو جمع کیا گیا ہو سب
 پہلے کس محدث نے تحریر فرمائی؟ اتنے نام شرف اولیت میں ذکر کیے گئے ہیں۔ اسحاق
 بن راہویہ ۱۳۷ھ وفات، سعید بن ابی عمرو ۱۵۶ھ وفات، حماد بن سلمہ ۱۶۷ھ وفات،
 ادناعی ۱۷۱ھ وفات، ربیع بن صبیح ۲۶۶ھ، معمر ۵۲ھ، حماد بن عبد الحمید ۱۸۸ھ
 عبداللہ بن مبارک ۱۸۸ھ، ابن ابی الذہب ۱۵۹ھ، ہشیم ۱۸۸ھ، سفیان ثوری ۱۸۸ھ
 ابن جریج ۱۹۱ھ، امام مالک ۱۷۹ھ، آپ اس سے اندازہ کر سکتے ہیں کہ یہ معلوم ہونا کتنا قد

موجود ہو، اسی لیے ابو بکر بن حزم دزہری کے علاوہ بعض دیگر کبار نے بھی اُسپر توہمہ کی میر لکھا
یہ ہے کہ دزہری اور ابو بکر حزمی سے بھی پیشتر عامر شیبی اور ہام بن منبہ نے صحابہ کے بعد دور
تابعین میں اول جمع حدیث کیا اور علم حدیث کا ایک ایک مجموعہ تیار کیا، صحیحین دیکھنے والوں کو
معلوم ہو گا کہ ہام بن منبہ نے جو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کتب جمع کیں مگر نوا لومین سے تھے
اپنے شیخ ابو ہریرہ کی احادیث ایک صحیفہ میں جمع کیے تھے اور اس صحیفہ سے وہ اپنے تلامذہ سے
حدیث بیان کرتے تھے، عامر شیبی کے متعلق سیوطی نے تحریر کیا ہے کہ اُنھوں نے ترتیب
ابواب کے ساتھ ایک مجموعہ علم حدیث میں مدون کیا تھا، کتب احادیث کے دیکھنے سے پتہ
چلتا ہے کہ جس طرح ہام بن منبہ نے اپنے شیخ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے احادیث کو جمع کیا
تھا اسی طرح بعض دوسرے شیوخ کے تلامذہ نے بھی کیا تھا اور ممکن ہے کہ ہام بن
منبہ کی طرح صحابہ کے دیگر تلامذہ کے بھی صحیفے ہوں مگر میری نظر سے اوپر کے بیان کیے
ہوئے صحیفوں اور جوامع کے علاوہ دوسرے صحائف کا تذکرہ نہیں کر رہا ہوں، ہام بن
منبہ نے جو کچھ بھی جمع کیا تھا وہ بہت تھوڑا تھا اور احادیث ابو ہریرہ کو دیکھتے ہوئے
سمندین سے ایک قطرہ کے مانند تھا اس صحیفہ کا ایک کثیر حصہ مسلم اور دیگر محدثین نے
اس تصریح کے ساتھ کہ یہ ابن منبہ کے صحیفے کی روایت ہے ہم تک اپنی کتابوں کے ذریعہ
پہنچا دیا ہے مگر شیبی اور دزہری اور ابو بکر حزمی کے جمع کیے ہوئے مجموعہ کا کوئی ذکر کتب
احادیث میں نہیں ہے اور غالب گمان یہ ہے کہ عبداللہ بن عمرو بن العاص کے مجموعہ کی طرح
یہ مجموعے بھی قرون اولیٰ میں ضائع ہو گئے اور اس وقت دنیا پر اسلام میں تابعین کی
بھی جمع کی ہوئی حدیث کی کوئی کتاب ہمارے سامنے موجود نہیں ہے بلکہ اس کے
جانب منسوب بھی کوئی کتاب حدیث کی ہمارے پیش نظر نہیں ہے، لیکن اس میں شک
نہیں ہے کہ تابعین نے دروازہ جمع و تدوین حدیث کا کھول دیا تھا اور اس سے بیحد تابعین
نے بہت نفع حاصل کیا، اگر سلطنت اموی کے خلاف سازشوں کی گرم بازاری نے تمام

انکی مولفہ کتاب موطا ہی جو عالم میں اس وقت سے لیکر اس وقت تک ایسی شہرت پائی ہے کہ جو سوائے
 چند کتابوں کے دوسرے کو حاصل نہیں ہو سکی، امام شافعی کا قول ہے ماعنیٰ صحاح اربعہ
 بعد کتاب اللہ اصح من موطا یعنی روئے زمین پر قرآن کے بعد موطا سے زائد کوئی صحیفہ
 کتاب میں ہے، دنیا کے عظیم تر بادشاہ ہارون رشید اور اسکے دو محبوب شہزادوں یعنی امین
 و مامون نے عام طلباء کے ساتھ بلا امتیاز و تفریق کے زانوئے ادب امام مالک کے
 سامنے یہ کیا اور موطا کو اول سے آخر تک خود اس کے مولف سے پڑھا ہارون کا پڑھا
 ہوا موطا قسطنطنیہ بادنیہ منورہ کے شاہی کتب خانہ میں اب تک موجود تھا غالباً یہ اعزاز
 موطا اور اس کے مولف کے سوا کسی دوسرے کے حصے میں نہ آیا ہو گا مگر حق یہ ہے کہ امام
 مالک عالم مدنیہ امام دارالہجرت اور ان کے موطا کو دیکھتے ہوئے یہ نہ تو امام مالک کی
 کوئی بڑی عزت ہے نہ موطا کی کوئی بڑی قدر افزائی ہے بلکہ اگر ہارون و مامون سر کے
 بل مسجد نبوی میں امام مالک کی خدمت میں حاضر ہو کر صاحبِ مدع کے کلمات پر ایسے
 کو سماعت کرتے تو زیبا تھا مگر بہر حال ایسی عزت بھی غالباً کسی دوسرے مصنف اور
 اس کی تالیف کو حاصل نہیں ہوئی ہوگی امام مالک کے اس موطا کو عامۃ اسلام نے اپنے
 سر عقیدت پر رکھا اور دنیا سے اسلام سے لوگ جو حق جو حق انکی تحصیل کیلئے امام
 مالک کی خدمت میں حاضر ہونے لگے ہارون رشید نے امام مالک کو آمادہ کیا کہ آپ
 اگر اجازت دین تو میں اس کتاب پر تمام عالم اسلامی کو بطور پراکٹھا کر دوں جس طرح
 کتاب شد پر سیدنا عثمان ذی النورین نے کیا تھا امام مالک نے ارشاد فرمایا کہ
 امیر المؤمنین حضرت رسالت کے اصحاب تمام مالک اسلامی میں متفرق ہو گئے تھے اور
 انھوں نے تمام دنیا میں جو علم پھیلا یا ہو اسکا ایک جزہ قلیل میری کتاب ہے میں نہیں
 چاہتا کہ میری کتاب کی وجہ سے حضرت رسالت کے ارشادات کی اشاعت روک
 دی جائے اب موطا جاہر دنیا عالم میں مشہور ہو گیا اور ایشیا، یورپ، افریقہ کے تمام ممالک

دشواری کہ انہیں سے کہو کہ مقدم ماحصل تھا واقعہ یہ ہے کہ یہ سب حضرات تقریباً ہم عصر تھے
 اور تھوڑے زمانے کے فساد سے ان سب حضرات نے کتابیں تصنیف کیں ایسی صورت میں
 کیسے متعلق یہ کہنا کہ فلاں کو مقدم ہو سخت دشواری مسئلہ سے لیکر ۱۹۰۰ تک کے چالیس
 سال کے عرصہ میں سب کتابیں تالیف کیں، البتہ اسحاق بن اہویہ کا نام اس فہرست
 میں ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے کیونکہ وہ یقیناً امام احمد بن حنبل کے ہم عصر تھے اور ان کی
 پیدائش کے قبل غالباً موطا تصنیف ہو چکی تھی، اس طرح عبداللہ بن مبارک کا نام
 شرفِ ولایت میں لینا بظاہر صحیح نہیں معلوم ہوتا ہے وہ امام مالک کے شاگرد ہیں اور
 غالباً استاد سے تصنیف میں بھی وہ مؤخر ہی ہونگے، بہر حال علمائے فیصلہ یہ کیا ہے کہ
 انہیں سے ہر شخص اپنے اپنے وطن کے اعتبار سے شرفِ تقدم رکھتا ہو اور حقیقی ولایت
 دریافت نہیں ہو سکی ہے ان حضرات میں سے بعض حضرات صغار تابعین میں سے
 ہیں، اس لیے اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ترتیب و رد وین حدیث کا کام تابعین کے
 آخری دور میں شروع ہو گیا تھا اور تبع تابعین کے زمانے میں بہت سے لوگوں نے اس میں
 حصہ لیا، مشہور ہے کہ اس دور کے محدثین میں سے کئی صاحبوں نے ایک ایک کتاب
 حدیث میں تحریر کی تھی لہذا کتاب کا نام موطا تھا، بہر حال تبع تابعین کے شروع دور میں
 دور تابعین کے آخری دور میں جن حضرات نے کتابیں حدیث میں رد وین کی تھیں وہ یہ
 حضرات تھے، مگر خدا کی قدرت کہ ان حضرات میں سے کسی کی یا ان کے قبل کی کوئی کتاب
 حدیث کی بلکہ میراثِ خیال ہے کہ اہل اسلام کی کوئی تالیف اور جمع کی ہوئی کتاب اس کے
 قبل کی اس وقت صفحہ عالم پر سوائے موطا امام مالک کے موجود نہیں ہے بعض کتابیں
 روایت ہے کہ امام مالک سے کسی نے عرض کیا کہ ابن ابی ذر نے موطا آپ کے موطا سے
 تراجم کیا ہے آپ کی کتاب کی کون قدر کرے گا امام نے ارشاد فرمایا کہ خدا کیلئے جو
 کتاب لکھی جائیگی وہ ضرور عالم میں باقی رہے گی امام مالک کے اس سچے قول کی مصلحت

پیدا ہو گئی گو یہ بلا کم و بیش پہلے سے موجود تھی مگر اب سہین بہت ترقی ہو گئی ہر مسند
 اپنے مذہب کے عقائد کی صحت کے دلائل کتاب سنت ہی سے پیش کرتا تھا، ظاہر ہے کہ
 کسی مذہب کے تمام پیرو متدین اور پابند مذہب نہیں ہوا کرتے بہت سے لوگ انہیں سے
 وہ بھی تھے جو بے ادراک تھے انھوں نے زور بحث میں یا اپنی بات کی قہج میں احادیث
 گڑبھ گڑبھ پیش کرنا شروع کر دیے قرآن پر دست تصرف و تدبیر کی گنجائش بہت کم
 تھی کیونکہ قرآن میں جو کچھ تصرف کیا جاسکتا تھا وہ معنوی تصرف ہو سکتا تھا اور
 اُسکے ماننے کیلئے اہل زبان مشکل ہی سے تیار ہو سکتے تھے لے دیکر جس چیز پر بہت
 زائد قابو چسکتا تھا وہ حدیث تھی اسلئے دل کھول کر اُس پر حملے کیے گئے اور سہین ایک
 حد تک کامیابی بھی حاصل کی، خطابیہ جو انھیں فرقہ نہیں سے ایک فرقہ تھا اپنے
 مذہب کی نصرت کیلئے احادیث گڑبھ لینے میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتا تھا، ان
 فرقہ نہیں کے ایک شخص نے جب اپنے عقائد سے رجوع کیا تو بیان کیا کہ ہمارا طریقہ
 تھا کہ جب کوئی رسل ہم قائم کرتے تھے تو اُسکے موافق ہمیشہ احادیث گڑبھ لیا کرتے
 تھے، انہیں سب سے زائد خطرناک لا مذہب اور دہریوں کا گروہ تھا جو کھلم کھلا اسلام کی
 بیخ کنی کی کوئی کوشش نہیں کر سکتے تھے مجبوراً اپنے کو مسلمان ظاہر کر کے اہل اسلام
 کسی فرقہ میں داخل ہو جاتے تھے اور اسکے بعد دہریت اور لا مذہبیت کی اشاعت
 کرتے تھے اور نہایت عجیب و غریب احادیث گڑبھ لیا کرتے تھے انہیں سے محمد بن سعید کو
 اسی جرم میں سولی دی جانے لگی تو اُس نے کہا مجھ کو سولی دی سکتے ہو مگر ان پانچ ہزار
 حدیثوں کو کیا کرو گے جو میں نے گڑبھ کر لوگوں میں شائع کر دی ہیں، انکے علاوہ ایک
 گروہ علمائین بھی ایسا تھا جو دربار تھا اور بادشاہوں اور انکے صاحبین اور
 ارکان دولت سے عطایا اور تنخواہیں پاتا تھا ایسے لوگوں میں گو اکثر حضرات بڑے بڑے
 متدین اور خشک و نصیحت کو شہوتے تھے مگر بعض انہیں سے ایسے بھی تھے جنہوں نے

اسلامی بن اسکی شہرت مہر نیم روز کی طرح ہو گئی، اس سے آپ کو معلوم ہوا ہر گاہ کہ تبع تابعین کے شروع دور ہی میں حدیث کی کتب باقاعدہ مدون ہونے لگی تھیں اور یہ زمانہ حضور انور کی وفات سے تقریباً سترہ یا کچھ کم دہائیں بعد کا تھا، اس وقت تک جن بزرگوں نے حدیث میں تالیفین کی تھیں ان کا صرف ایک ہی طریقہ رائج تھا یعنی ہر عنوان کے ماتحت جو قدر احادیث آسکتے تھے وہ لکھ دیے جاتے تھے اور ایک باب جامع الالباب ہوتا تھا یہ ترتیب تقریباً کتب فقہیہ کی ترتیب کے مانند تھی، سوائے اسکے کہ بہت سے ابواب کے عنوانات میں فرق تھا کیونکہ ایسے عنوانات کا فرق فقہ سے کوئی تعلق نہ تھا جیسے کتاب العلم، کتاب العقائد، کتاب الادب، کتاب الادب، کتاب الایمان و غیرہ گو اسمین سے بہت سے ابواب فقہ قدیم میں داخل تھے علاوہ اسکے ایک امر اور بھی اس وقت کے مولفات حدیث میں پایا جاتا تھا یعنی علاوہ قول و فعل حضرت رسالت کے صحابہ کے اقوال و افعال شرعیہ کتب حدیث میں داخل کر لیے گئے تھے موطا امام مالک میں بھی بہت کثرت سے اقوال صحابہ دین انوار تابعین موجود ہیں پھر صحت حدیث کیلئے وہ شرط ملحوظ نہیں تھے جو بعد کو محدثین نے ضروری قرار دیے ہیں اسکا نتیجہ یہ تھا کہ احادیث مرسلہ وضعیفہ سے بھی کتابین خالی نہیں تھیں موطا میں ان کے علاوہ بلاغات بھی موجود ہیں باوجود ان کے واقعہ یہ ہے کہ موطا سے زائد اس وقت کوئی صحیح کتاب روئے زمین پر موجود نہ تھی، میں نے ادھر بیان کیا ہے کہ پولٹیکل وجہ سے احادیث گڑھے جانے لگے تھے اور یہ مرض روز بروز ترقی پذیر تھا اس سبب کے علاوہ اور بھی اسباب تھے جنکی وجہ سے حدیث کی کثرت گئی تھی یا لفظی تبارک کے علاوہ زندہ احاد کا بھی شیعہ ہوتا جاتا تھا اور کتب فلسفہ کے اسلامی کتب خانوں میں اور کتب میں داخل ہو گئی تھیں وہ صحیح عقائد پر مبنی تھیں وچہر اہل اسلام تسلیم کرتے چلے آتے تھے انہیں تزلزل پیدا ہونے لگا اسلام میں اس وقت پولٹیکل فرقہ بندیوں کے علاوہ عقائد کی فرقہ بندی

بیان فرمائی کہ مجھ سے حدیث بیان کی امام احمد بن حنبل و یحییٰ بن معین نے انھوں نے
 سنا فلان امام سے، ان دونوں صاحبین نے جب اپنا نام سنا تو نہایت متعجب ہوئے
 اور امام احمد بن حنبل نے یحییٰ بن معین سے چپکے سے پوچھا کہ کیا تم نے یہ حدیث
 بیان کی ہے انھوں نے کہا معاذ اللہ میں نے تو کبھی اس شخص کی صورت بھی
 نہیں دیکھی اور نہ کبھی یہ حدیث سنی کیا تم بھی اسکو نہیں پہچانتے ہو امام احمد نے
 فرمایا میں نے بھی کبھی اس شخص کی صورت نہیں دیکھی اور نہ کبھی یہ حدیث سنی،
 تھوڑی دیر کے بعد یحییٰ بن معین نے اُس واعظ کو اپنے پاس بلایا واعظ صاحب
 سمجھے کہ اس زمانہ کے طریقہ مردہ کے مطابق کچھ انعام دینگے جلدی سے یحییٰ کے
 پاس آئے، یحییٰ بن معین نے اُسے پوچھا کہ یہ حدیث تم نے کس سے سنی انھوں نے
 فرمایا کہ امام احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین سے، یحییٰ بن معین نے اُسے کہا کہ تم اُن
 دونوں کو پہچانتے ہو، واعظ نے کہا کہ میں نے اُسے حدیث حاصل کی پہچانتا کیوں
 نہیں ہوں، یحییٰ بن معین نے کہا کہ سنو میں یحییٰ بن معین ہوں اور یہ امام احمد ہیں
 ہم نے کبھی یہ حدیث نہیں بیان کی خدا کی واسطے ہم پر جو بڑا نہ جھڑو اس پر واعظ
 صاحب بہت زور سے قہقہہ مارا کہ ہنسے اور فرمایا کہ میں سنا کرتا تھا کہ یحییٰ بن معین
 بھولے بھالے عقل کے ہادی ہیں آج اسکی تصدیق ہو گئی، یحییٰ بن معین نے پوچھا
 کہ یہ کیسے، واعظ نے کہا کہ جناب کیا دنیا بھر میں آپ ہی اکیلے یحییٰ بن معین اور
 یہی اکیلے احمد بن حنبل ہیں درحقیقت یحییٰ بن معین اور احمد بن حنبل ہیں جنسے میں
 حدیث بیان کرتا ہوں آپ یہ کیسے سمجھے کہ میں آپ سے اور آپ کے دوست سے حدیث
 حدیث بیان کرتا ہوں یہ رومی حدیث کوئی دوسرے یحییٰ بن معین اور احمد بن
 حنبل ہونگے، امام احمد بن حنبل نے یحییٰ بن معین سے کہا کہ خدا کیلئے اُسکے منہ نہ لگو

عہ پلطف لہو بہ کہ یہ قصہ بھی غالباً موشافہ ہیں ہی اولیٰ بہ ہم بن عبد الوہاب شراعی ہوسیا کہ میرا لاعتدال ہیں

ایمانداری اور دیانتداری کو بالائے طاق رکھ دیا تھا اور بادشاہوں و درکار کا سلطنت کی
ادنیٰ ضرورتوں پر احادیث گروہ دینے میں باک نہیں کرتے تھے، ہمدی سینے ہارون رشید
کا باپ کبوتروں سے بہت دلچسپی رکھتا تھا ایک موقع پر جبکہ ہمدی کبوتر اڑ رہا تھا
ایک عالم غیاث بن ابراہیم اسکے پاس آئے ہمدی نے اُسے کہا کوئی حدیث کبوتر کے
متعلق بھی آپ کو معلوم ہے، غیاث نے کہا کہ میں نے فلاں سے اور فلاں نے فلاں سے
بیانات کہ فلاں صحابی سے سنا کہ حضور انور نے ارشاد فرمایا لا سبق الا فی نضل
او حنف او حافر او جناح یعنی دو طرح کے نہیں ہیں سولے تیر اور گھوٹے اور اونٹ
اور پردار جانوروں کے، عالم صاحب نے پردار جانوروں کے الفاظ اپنی طرف سے بڑھا دیے
تھے، جب وہ جانے لگے تو ہمدی نے حاضرین سے مخاطب ہو کر کہا کہ میں گوہری
دیتا ہوں کہ یہ شخص جھوٹا ہے اور حکم دیا کہ کبوتر ذبح کر دیے جائیں جنکی وجہ سے
حضور انور پر جھوٹ باندھ دیا گیا، اُس زمانے میں بھی آجکل کی طرح ایسے لوگ
بھی تھے جو بڑھے لکھے تو معمولی تھے مگر وعظ اور قصہ خوانی کے ذریعے لوگوں پر
اپنا اقتدار قائم کرتے تھے اور اس طرح کسب کی صورت بہت اچھی پیدا کر لیتے
تھے اور عوام پر علماء سے بھی سے زائد بعض اوقات انکا تسلط ہو جاتا تھا اور اگر
علماء انکی مخالفت میں زبان کھولتے تو اُسے لٹے خود ذلیل ہوتے تھے یہ حضرات بعینہ
اس زمانے کے دغظون و میلاد خوانوں کی طرح افسانہ اور بے سرو پا حکایتوں کے علاوہ گہری
سخن کیلئے احادیث گروہ گروہ کر مزید عبارت آرائیوں کے ساتھ بیان کیا کرتے تھے
اور اس ذریعے سے بھی موضوعات میں کافی اضافہ ہو گیا تھا، امام احمد بن حنبل اور یحییٰ
بن یسین ایک مرتبہ جامع متحجہ کی نماز پڑھنے گئے بعد نماز جمعہ ایک نووارد بزرگ جبہ و ستار
علمائے کے ساتھ بالائے منبر تشریف لائے اور وعظ شروع فرمایا اور امین ایک
حدیث نہایت لمبی اور عجائب و غرائب سے پر بیان فرمانا شروع کی اور سند اُسکی یہ

احادیث ہیں، دشمنی نے تفسیر کثافات میں بیضی وی اور ثعلبی اور واحدی نے اپنی اپنی تفسیر و نہیں فضائل سور میں انہیں ضعیف نہیں بلکہ باطل اور موضوع احادیث کو ذکر کیا ہے واحدی اور ثعلبی نے تو یہ نفی کیا ہے کہ اسناد احادیث بھی ذکر کر دیے ہیں مگر بیضی وی اور دشمنی نے بلا اسناد اس طرح پر ذکر کیا ہے جیسے کوئی صحیح حدیث لکھے یہ وجہ ضروری ہے کہ ان تفسیر و نہیں نقل کی ہوئی حدیثوں پر بغیر دوسری جگہ سے ملاحظہ کیے ہوئے بھروسہ نہ کرے، اسکا یہ مطلب نہیں ہے کہ فضائل قرآن باسور میں کوئی حدیث صحیح نہیں ہے بعض سورتوں کے فضائل میں صحیح احادیث موجود ہیں مگر یہاں پر اس امر کا بیان کرنا مقصود ہے کہ ایک گے وہ نے محض قرآن کی جانب غبت دلانے کیلئے احادیث وضع کر لیے تھے ایک گروہ صحابہ ازلے یعنی شہتا کا بھی ایسا تھا جسکا یہ خیال تھا کہ جب نظر صحیح کسی ازلے پر پونچے تو ہم اسکی نسبت حضرت رسالت کی جانب کر سکتے ہیں اسکے معنی یہ ہیں کہ محض اپنی رائے کو حضرت رسالت کی جانب نسبت کر کے حدیث کی طرح بیان کر سکتے ہیں، غرضیکہ ان جوہ ادرائیکے علاوہ دوسرے دیگر وجوہ سے وضع احادیث کثرت سے ہونے لگی اور اب علما کو ضرورت ہوئی کہ ان احادیث کو ایک جگہ جمع کر دیں جو قابل حجاج ہو سکتی ہیں یعنی موضوع احادیث کے علاوہ دوسری قسم کی تمام احادیث کو ایک جگہ جمع کر دیا جائے اور اسکے بعد ممکن ہے کہ لوگ بقاعدہ الاشیاء تعارف باصناد ادها موضوعات کو باسانی پہچان سکیں، اولاً محدثین کی بارنے یہ طریقہ اختیار کیا کہ مسند لکھنا شروع کر دیے، مسند کا طریقہ اور ترتیب اس طرح ہیں کہ جیسی اس وقت عام طور پر دیکھنے میں آتی ہیں یعنی ترتیب فقہ کے اسکی ترتیب مختلف ہوتی تھی بلکہ ہر صحابی سے جو احادیث مروی ہوتے اس صحابی کا نام عنوان میں لکھا اسکے تمام مرویات لکھ دیتے موطا اور اسکے پہلے کے اکثر تصانیف میں احادیث حضرت رسالت کے ساتھ

اور اپنے گھر چلو، اس قسم کے سینکڑوں واعظ عالم اسلامی میں پھیلے ہوئے تھے، ایک گروہ بنے ہوئے صوفیوں کا بھی تھا جنہوں نے ترمذی کے یے احادیث کا گرجنا شروع کیا تھا، فرقہ کرامیہ کے نزدیک تو ترمذی کے یے احادیث گرجنا جائز بھی تھا مگر شاید ان لوگوں نے بھی وضع احادیث کو جائز کر لیا تھا جب کوئی انہیں اعتراض کرتا تھا کہ حدیث متواتر ہے من کذب علی متعمداً فلیتبؤ مقعده من النار جو مجھ پر قصداً جھوٹ گڑھے اُسکو اپنا گھر جہنم میں بنا لینا چاہیے یہ حضرات کمال میاکی سے کہتے کہ بعض لوگوں نے اس حدیث کو یوں بھی روایت کیا ہے کہ ”جو شخص لوگوں کو گمراہ کرنے کیلئے مجھ پر جھوٹ باندھے“ تو ہلوگ گمراہ کرنے کیلئے حضور انور پر جھوٹ نہیں باندھتے ہیں بلکہ لوگوں کو ہدایت کرنے کیلئے جھوٹ گڑھتے ہیں، اسطرح سے بعض ایسے علماء تھے جنہوں نے اپنے خیال میں بعض دوسرے وجوہ سے نیک نیتی سے احادیث گڑھے تھے، میرے اور ابو عصمہ نوح بن ابی مریم نے حضرت ابی بن کعب اور ابن عباس اور ابو امامہ رضی اللہ عنہم سے قرآن شریف کی ہر ہر سورۃ کے فضائل میں علیحدہ علیحدہ ایک حدیث وضع کی تھی جب کسی نے ابو عصمہ سے دریافت کیا کہ تم کو حکمرانہ تبلیذ ابن عباس سے فضائل سورۃ قرآن میں حدیثیں اس قدر کیسے معلوم ہوئیں حالانکہ حکمرانہ اور ابن عباس کے دوسرے تلامذہ اسکا انکار کرتے ہیں ابو عصمہ نے کہا کہ میں نے لوگوں کو دیکھا کہ لوگ معاذی ابن اسحاق اور فقہ ابو حنیفہ کی طرف توجہ کرتے ہیں مگر کوئی قرآن کی طرف توجہ نہیں کرتا اسلئے میں نے فضائل قرآن میں احادیث گڑھ کر بیان کرنا شروع کر دیے، عجیب پر لطف امر یہ ہے کہ باوجودیکہ اس قصہ کو اکثر علماء جانتے تھے مگر پھر بھی ان موضوع اور باطل احادیث کو اپنی ہونہ کتاب میں اسطرح پر ملے دیتے تھے کہ گویا وہ صحیح اور قابل حجاج

مگر اصل مسئلہ امام احمد ہی کا ہے اس کتاب کا اصلی موضوع چونکہ جمع احادیث ہے اس لیے اس میں صرف صحیح حدیثوں پر اکتفا نہیں لگائی ہے بلکہ احادیث ضعیفہ بھی اس میں موجود ہیں مگر سوائے چند حدیثوں کے جنکے متعلق بعض کا خیال ہے کہ لا اصل لہما ہیں اس میں کوئی حدیث باطل اور موضوع نہیں ہے اور ان احادیث کے متعلق بھی حافظ ابن حجر عسقلانی نے اپنے رسالہ القول المسدود میں اور حافظ سیوطی نے ذیل الحمد میں ثابت کیا ہے کہ دراصل انہیں سولے تین چار حدیثوں کے اور کوئی لا اصل لہما نہیں ہیں اور یہ تین یا چار حدیثیں بھی سوائے امام احمد بن حنبل کے صاحبزادے کے قلم سے باقی رہ گئی ہیں بہر حال اس میں کوئی شک نہیں کہ حنفیہ بھی مسند کے نام سے کتب احادیث ہمارے سامنے موجود ہیں انہیں سب سے زائد امام احمد بن حنبل کا مسند ہر حیثیت سے پیش در اپنا آپ ہی نظیر ہے اس مسند کے علاوہ جیسا کہ میں نے اوپر عرض کیا اس زمانہ سے لیکر جب تک محدثین مصنفین عالم اسلام میں باقی رہے اکثر کے سامنے موجود تھے گو ہوت سولے چند کے اور کوئی ہمارے پیش نظر نہیں ہے میں نے مسند کے علاوہ مصنف ابو بکر بن شیبہ بھی دیکھا لیکن مسند امام احمد کے سامنے نہ تو باعتبار حجم اور نہ باعتبار صحیحیت اور نہ باعتبار فائدہ اسکو کوئی خاص اہمیت نہیں ہر مسئلہ ہے کہ بعض سامنے اور بھی عالم اسلام میں موجود ہیں جنکے دیکھنے کا مجھکو اتفاق نہیں ہوا میں اوپر بیان کر چکا ہوں کہ ان مسندوں کا موضوع احادیث سولہ کا جمع کرنا تھا اور اس سے قطع نظر تھی کہ اسکے احادیث کس پایہ کے ہیں، اسکا لادنی نتیجہ یہ تھا کہ ہر وقت تک عینی تالیفین علم حدیث میں ہوئی تھیں انہیں یہ امر قدر مشترک کے طور پر پایا جاتا تھا کہ احادیث صحیح حسن ضعیف بھی ان میں موجود تھے اور ضرورت تھی کہ حدیث صحیح کو اس سے کم مرتبہ احادیث سے علحدہ مدون کیا جائے، یہ کوئی معمولی اور آسان امر نہ تھا اس وقت تک تقریباً دس لاکھ احادیث مختلف علمائے محدثین کے سینوں میں یا کتابوں میں محفوظ تھے ان میں سے صحیح احادیث چھانٹنا سخت دشوار تھا، صحیح حدیث سے مراد یہ ہے

اقوال صحابہ و تابعین بھی لکھے جاتے تھے اور یہ طریقہ زیادہ زمانہ تک پسندیدہ
 نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ فقہائین سے امام شافعی کی صحابہ کے متعلق یہ رائے تھی
 ہم دجال و منجھال، امام عظم گو صحابہ کی رسل کو قیاس پر مقدم کرتے تھے مگر
 تابعین کی رسل کو اپنی رسل سے مقدم نہیں سمجھتے تھے اور یہ امر تو با نفاق طے شدہ
 تھا کہ ہر صحابی کی رسل ہر امر میں مجتہد رہی نہیں ہے اسلئے کبار محدثین نے خیال
 کیا کہ اب ایسے تصانیف زیادہ مفید ہونگے جنہیں صرف احادیث رسول جمع کیے
 جائیں اصل موضوع مسند کا یہی تھا، اول وہ شخص جنہوں نے اس کام کو پورا کیا کہتے ہیں
 کہ ابو داؤد طیالسی ہر جنگی و فاسق ستمہ میں ہوئی لیکن یہ قطعاً غلط ہے کیونکہ گو
 طیالسی قدما میں سے ہیں مگر انکی مسند کی ترتیب انکی وفات سے تقریباً تین سو سال
 بعد ہوئی ہے، اسی زمانے میں مسدود نعیم بن حماد اور عبد اللہ بن موسیٰ اجداد
 بن موسیٰ نے مسانید تصانیف کیے اور انکے بعد اس زمانے کے اکثر علمائے بھی متنا
 لکھے بلکہ شاہیر محدثین میں سے کم ایسے بزرگ تھے جنکا کوئی نہ کوئی مسند نہ ہو جنہیں سے
 بعض مصنف کے نام سے مشہور ہیں جیسے مصنف عبد اللہ ذاق، مصنف ابو بکر بن ابی شیبہ
 اور اکثر مسند ہی کے نام سے مشہور ہوئے، انہیں صاحبونکے بمعصر ایک محدث کا
 مسند اور بھی ہے جسکو میں نے قصداً بعد کو ذکر کیا ہے یہ مسند اپنے وقت کے تمام مسندوں
 بلکہ میرا خیال ہے کہ تمام مسندات میں سب سے زائد جامع اور سب سے زائد مفید ہے
 اسکی نسبت بھی ایک ایسی بزرگ کی جانب سے ہے جسکے متعلق انکے معاصر محدثین کا خیال
 تھا کہ امام احمد بن حنبل کے مانند ہم نے کوئی دوسرا عالم نہیں دیکھا اور ہم بن حنبل نے
 بھی اپنا نظیر نہیں دیکھا، یہ وقت ہے کہ امام احمد بن حنبل کے بعد انکی ایسی تمام نشأت علوم کی
 ماہر اور دیگر صفات حسنہ کے حامل کوئی دوسری ہستی اسلام میں نہیں گذری، ظاہر ہے کہ
 انکا مسند کس قدر جامع اور مفید ہوگا اس مسند کے جامع گو امام احمد کے صاحبزائے ہیں

کوئی کوتاہی نہیں کی یہ کتاب اس لائق ہے کہ سونیکے حروف سے لکھ کر ادرود مذہب پاک باخا نہ کہہ کے درود ادرود
 پر قرآن شریف کے ساتھ معلق کر دی جائے اور موٹے حروف سے ادرود لکھ دیا جائے تاکہ ماٹا نہ کہہ
 الرسول محمد ص و ما ظلم عنہ فانتھو یا اطيعوا اللہ واطيعوا الرسول، موقع نہیں ہے
 کہ اس محنت اور جانفشانی کو بیان کیا جائے جو بخاری نے اسکے جمع کرنے میں کی ہو اور نہ صحیح
 بخاری کے محاسن پر کوئی کتاب کہے کہ وہ بڑھنا مقصود ہو اسکے لیے اس مختصر جملے پر اکتفا
 کرتا ہوں کہ جیسا کہ حضور انور کی شان مبارک میں کسی شاعر نے کہا ہے کہ لا یکن الثناء کما
 کان حقہ + بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔ اس طرح ہم صحیح بخاری کے متعلق کہہ سکتے
 ہیں کہ لا یکن الثناء کما کان حقہ + بعد از قرآن خوب توئی قصہ مختصر۔ اسی زمانے
 میں بخاری کے دیکھا دیکھی دوسرے محدثین کو بھی احادیث صحیحہ کے نیک خیال پیدا ہوا اور ایک دوسرے
 محدث نے بھی اگر بخاری سے زائد نہیں تو بخاری سے کم بھی نہیں حدیث رسالت کی خدمت کیا
 اور دوسری صحیح مسلم بن حجاج نیشاپوری نے تیار کی یہ دونوں کتابیں ایسی ہم مثل ہیں کہ انکی
 تعریف تحصیل حاصل ہے، محدثین میں اختلاف ہے کہ ان دونوں میں فضیلت کسکو ہے، مغاربہ
 یعنی افریقہ کے باشندے اور ولایت نیشاپور صحیح مسلم کو فضیلت دیتے ہیں مگر اب تقریباً
 متفق علیہ ہے کہ صحیح بخاری کو صحیح مسلم پر تفوق ہے، میرا ذاتی یہ خیال ہے کہ زیادتی صحت
 میں گو صحیح بخاری کو صحیح مسلم پر فضیلت ہو مگر باعتبار ترتیب اور فائدہ مند ہونیکے بخاری کی
 صحیح سے مسلم کی صحیح کو یقیناً تفوق ہے لیکن اولیت کا جو شرف بخاری کو حاصل ہو گیا وہ
 مسلم کے حصے میں نہ آسکا، جو وقت سے یہ دونوں کتابیں تصنیف ہوئی ہیں ان پر محدثین
 علمائے ائقہ وغیرہ مولیٰ توجہ کی کہ شاید کیا بلکہ یقیناً قرآن کے سوا کسی دوسری
 کتاب کو یہ شرف نہ حاصل ہوا ہوگا اور حدیث کے سوا عام مسلمانوں کی نظر توجہ کی جاذب
 قرآن کے بعد اور دوسری چیز ہو بھی نہیں سکتی تھی، بخاری و مسلم کے شروع اسنے ہمارا احوال
 اور ہنگامی عبارت مکملہ حاصل انکی تعلیقات کا وصل نہ راستہ رکات غرض کہ ہنگامی دونوں طرح پر

کہ اُس حدیث کے روایت کر نیوالے آخر روای سے لیکر صحابی تک سب کا دل ثقہ ہوں یعنی
انھوں نے کبھی کوئی بات جھوٹ نہ کہی ہو اور نہ کوئی لہر یا کیا ہو جس سے فسق لازم آئے
اور انکا چال چلن شریفانہ ہو اور کیکلہ در نظر و نہیں ذلیل کر نیوالے امور سے ہمیشہ بچتے
ہے ہن اس کے ساتھ انکا حافظہ قوی ہو عقل صحیح ہو اگر سب ادبی دل سے لیکر آخر تک
کسی حدیث کے ایسے ہوں تو انکی بیان کی ہوئی حدیث صحیح حدیث ہوگی ورنہ اُس سے
کم مرتبہ کی حسن یا صنعت وغیرہ ہوگی جیسا کہ میں نے عرض کیا یہ کام آسان تھا اسحاق بن
راہویہ جو بخاری کے اساتذہ میں سے ہیں در خود ایک مسند کے جامع ہیں ایک نے انھوں
نے اپنے شاگردوں سے مخاطب ہو کر کہا کہ کاش تم میں سے کوئی صحیح حدیث کو غیر صحیح سے
جدا کر کے ایک جگہ جمع کر دیتا اس مجمع میں بخاری بھی موجود تھے وہ کہتے ہیں کہ میں نے
خیال کیا کہ کاش یہ کام میرے ذریعے سے انجام پاتا، میں نے کچھ کچھ ارادہ کیا ہی تھا
کہ ایک شب میں نے خواب میں دیکھا کہ سرکارِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم شریف فرما ہیں
اور میں حضرت کے جسم پر سے کھسکوں کو دفع کر رہا ہوں میں نے اپنے ایک دوست کے
ذریعے سے ایک عالمِ دین سے جنکو فنِ تعبیر میں خاص ملکہ تھا اس خواب کی تعبیر دریافت
کرائی اُن نے بزرگ نے یہ تعبیر دی کہ خواب دیکھنے والا حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے
جھوٹ کو دفع کر گیا، اس خواب نے میری بڑی ہمت افزائی کی اور میں نے مستقل ارادہ اس
کام کے مشروع کر لیا کہ خدا نے اس عظیم الشان شرف کیلئے جو جمع قرآن کے بعد سب سے
اہم علی شرف تھا امام بخاری ہی کو مفتوح بنے مایا بخاری نے صحیح حدیثوں کی تدوین وضع
شریف کے سامنے مشروع کی اور اسکے بعد علی مرکز و نہیں جا کر علوم کو تازہ کر کے
اور راویوں کے پورے حالات تحقیق و تدقین بشمار کر کے ایک بے مثل و در عظیم انظر کتاب
مرتب کی جو آج صحیح بخاری بلکہ صرف مولف کے وطن کے جانب نسبت سے بخاری کے نام سے
مشہور ہو اور ہر کجا افتخار ہو کہ اہل اسلام نے حدیث رسالت بنا ہی کی خدمت کر نہیں

کہ تمام صحیح احادیث کو ایک جگہ جمع کر دیا جائے بخاری کے تقریباً ہر عصر ایک بزرگ محدث بن گیا
 اور ان کے شاگرد و شاگردین حبان نے اسکی پوری کوشش کی اور بخاری کو مکمل کی طرح ایک ایک صحیح
 ان دونوں حضرات نے بھی تیار کی ان دونوں صحیحوں کو دیکھنے کا مجھے اتفاق نہیں ہوا سنا ہے
 کہ رامپور کے کتب خانہ میں صحیح ابن حبان کا کچھ حصہ موجود ہے لیکن جہاں تک مختلف کتابوں
 سے اندازہ ہوا یہ یقینی امر ہے کہ یہ دونوں کتابیں بھی تمام صحاح کے جمع کیلئے تعلقا نامافی ہیں
 بخاری کو مکمل کی طرح ابن خزیمہ اور ابن حبان کی صحیحیں عالم اسلامی میں مقبولیت نہیں حاصل
 کر سکیں اسکی زیادہ تر وجہ غالباً ابن حبان کے ساتھ ان کے بعض عقائد کی بنا پر مخالفت شدید
 تھی جسے ابن حبان کو سولی کے تختہ کی قرب کر دیا تھا اور غالباً ابن خزیمہ کی صحیح چونکہ ان کے
 انھیں شاگرد کی روایت سے لوگوں تک پہنچی تھی اسلئے وہ بھی نظروں سے گزر گئی نیز باوجودیکہ
 ان دونوں محدثین نے بخاری و مکمل ہی کی طرح صحیح حدیثیں جمع کر نیکا انتظام کیا تھا مگر پھر بھی
 ان کتابوں میں احادیث صحیحہ کے علاوہ بھی احادیث موجود تھیں۔ ان کے علاوہ مکمل و بخاری کے بعض
 دوسرے معاصرین اور شاگردوں نے بھی جمع احادیث کا قصد کیا اور سنن اربعہ کے مؤلفین سے
 ایک ایک جامع تالیف کی جو صحیحین کو ملا کر آج صحاح ستہ کے نام سے عالم اسلامی میں شہرت
 رکھتے ہیں بعض لوگ سنن اربعہ کو اور بعض لوگ ابن ماجہ کو اس میں شامل نہیں کرتے ان کتاب کی
 ترتیب و باب فقہ پر ہے سنن اربعہ میں صحیح حدیثوں کے سوائے حسن و ضعیف احادیث
 بھی بکثرت موجود ہیں اور اسیدو سے محققین نے ان کا ترتیب صحیح ابن خزیمہ اور صحیح ابن حبان
 بعد رکھا ہے مگر مقبولیت اور شہرت خداوندی بات ہے۔ ابن خزیمہ اور ابن حبان کی صحیحیں لوگوں کی
 یاد سے محو ہو گئیں اور سنن اربعہ تک عالم اسلامی کے منظر نظر میں سنن اربعہ اپنے مقاصد کے اعتبار سے
 یقیناً فائدہ مند ہیں اور عالم اسلامی پر ان بزرگوں کا احسان عظیم تا قیام قیامت ہیگا لیکن
 نہایت ادب اپنے تصور فہم اور ان حضرات کے مراتب عالیہ کا اعتراف کرتے ہوئے اس امر کو
 ظاہر کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ میری رسلے میں باعتبار صحت حدیث بخاری و مکمل سے سنن اربعہ

ان دونوں کتابوں کی خدمت کی گئی اور اس پر بھی علامہ غلاون کو شکایت ہے اور وہ اپنے استاد سے راوی ہیں کہ صحیح بخاری کی شرح مسلمانوں پر فرض ہو کہ جسکو اپنا کسی نے ادا نہیں کیا خدا سے نفرت بڑھتی ہے بڑی حد تک بخاری کے قرضہ کی ادائی سے مسلمانوں کو سرفرازد و سبکدوش کر دیا ہے یعنی حافظ ابن حجر عسقلانی اور علامہ بدر الدین عینی نے صحیح بخاری کی ایسی بے مثل شرحیں لکھی ہیں کہ ان کے قبل اسکی نظیر نہیں مل سکتی، ان دونوں شرحوں میں سے ہر ایک کو دوسرے پر بعض خصوصیات اعتبار سے تفوق ہوا اور یہ یقینی ہے کہ عینی بھی اس طرح صحیح بخاری کی لاجواب شرح ہے، جس طرح عسقلانی عینی کی شرح کا عمدۃ القاری اور عسقلانی کی شرح کا فہم الباری نام ہے، اب اس وقت انھیں دونوں شرحوں پر علمائے امت کا مدد صحیح بخاری سمجھنے کیلئے کیلئے اللہ تعالیٰ سے مستم ابھی تا تک نہ ہو، اسکی علامہ محی الدین نووی نے بہت اعلیٰ درجہ کی شرح لکھی ہے مگر صحیح بخاری کی ان دونوں شرحوں کے اعتبار سے ہر حقیقت سے صحیح مسلم کی شرح نووی مختصر ہے اور اب بھی صحیح مسلم کا قرضہ ادا ہونا باقی ہے خدا ہی کو علم ہے کہ کس خوش قسمت نصیب و آدمی کے ذریعہ یہ قرضہ ادا ہو گا ان اعتراضات سے قطع نظر کرتے ہوئے جو دائر تظنی اور بعض دیگر علمائے بخاری و مسلم کے بعض احادیث کے صحت پر کیے ہیں اور جنکے سب کے جواب مفصلاً حافظ ابن حجر نے مقدمہ فتح الباری میں پیش کیے ہیں اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ بعض صحیح حدیثیں بلکہ کثیر القداد صحیح حدیثیں ان دونوں کتابوں میں مذکور نہیں ہیں جنکی وجہ زیادہ تر تو یہ ہے کہ بخاری و مسلم نے جو شرط اپنی کتاب میں جمع حدیث کے لیے ہیں وہ ان احادیث میں نہیں پائے جاتے مگر بہت سی وہ احادیث بھی قطعاً بخاری و مسلم میں موجود ہیں جنکو انکے شروط کے مطابق ہیں مگر اللہ اعلم اسکا کیا باعث ہے جو وہ علمائے کھمے ہیں وہ بہت کمزور ہیں اس آپ کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ گو مسلم و بخاری کی احادیث صحیح ہوں مگر یہ ضروری نہیں کہ جو حدیث مسلم و بخاری نے نہ بیان کی ہو وہ صحیح ہو۔ پس گو مسلم و بخاری نے صحیحین میں احادیث صحیح کو جمع کر دیا تھا مگر پھر بھی صحیح حدیثوں کا مکمل مجموعہ کوئی موجود نہ تھا اور ضرورت تھی

حروف تہجی پر رکھی یہ لاجواب کتاب جامع الاصول کے نام سے محدثین میں مشہور ہے
 ائمہ دین کی اصل کتاب ہے زیادہ مفید و حافظ ابن کثیر نے اصول کے علاوہ مساند کو
 بھی شامل کر کے دس کتابوں کے احادیث کو جمع کیا اور حافظ ابن کثیر کے بعد صاحب قاضی
 ان سے بھی بڑا ایک مجموعہ تیار کیا مجھے انداز ہے کہ انہیں سے کوئی مجموعہ بھی جامع نہیں
 یہ عجیب امر ہے کہ باوجودیکہ حدیث میں اس قدر کثرت کے کتابیں موجود ہیں مگر ایک کسی محدث نے
 کوئی ایسی کتاب حدیث کی تالیف نہیں کی ہے جس میں صرف بالاستیعاب احادیث صحیحہ ہی
 کو جمع کیا گیا ہو، احادیث کی کتابیں اس کثرت سے موجود ہیں اگر کوئی شخص جسے علم حدیث میں
 کافی مہارت حاصل کی ہو ان کتابوں سے احادیث صحیحہ کا استخراج کر کے ایک مجموعہ حدیث
 تیار کر نیک فائدہ و کوشش کے بعد اسمین کامیابی حاصل کر سکتا ہے، جو شخص ایسی کوشش
 کرے گا اس کی کتاب باعتبار اہمیت بخاری و مسلم سے بھی بڑھ جاوے گی گو بخاری و مسلم کی طرح
 مقبولیت نہ حاصل کر سکے، ارباب سنن و کتب اُن سے بہت پہلے زمانہ کے محدثین نے
 بعض دوسرے طریقہ پر بھی علم حدیث میں کتا میں تصنیف کی تھیں انہیں سے دسویں کی
 کتابوں کا میں ان کی اہمیت کے لحاظ سے ذکر کرتا ہوں اول طریقہ یہ تھا کہ کسی عنوان خاص کے
 متعلق جتنا احادیث مروی ہوں انکو ایک کتاب میں اکٹھا کر دیا جائے جیسے بخاری کی کتاب
 القنۃ اور سنن کی کتاب فضائل حضرت علی مرتضیٰؓ اس قسم کی کتابیں بعد کے زمانہ میں قوی
 لاکھوں کی تعداد میں پائی جاتی ہیں مگر قرون اولیٰ میں بھی ان کی کافی تعداد موجود تھی
 مگر اُس کے موسس اول میرے خیال میں امام ابو حنیفہؒ کے دونوں شاگرد رشید امام ابو یوسفؒ
 اور امام ابو حنیفہؒ تھے جنہیں سے اول لڑکے نے کتاب تجزیہ و کتاب استخراج و ثانی الذکر نے
 سیر متعیر و سیر کبیر کی ایسی ہیئت کتابیں تصنیف کیں کہ جنکی دوزاعی کا ایسا شخص بھی بغیر
 تعریف کیے نہ رہ سکا اس قسم کی کتابیں اپنے عنوانات کی اہمیت و غیر اہمیت کے اعتبار سے
 اہم یا غیر اہم ہوا کرتی ہیں، بڑا ظلم ہوگا اگر اس ضمن میں علامہ طبری کا ذکر نہ کیا جائے

کوئی بھی مناسبت نہیں اور موطا جو یقیناً سن اربع سے زیادہ صحیح حدیثوں کا جامع ہے اسکو مصلح
 ستہ میں نہ داخل کرنا یقیناً ظلم عظیم ہے جو متاخرین کی بدعت ہے اور دواؤد کا دعویٰ ہے
 کہ انھوں نے اپنی سن میں انھیں احادیث متعلق احکام کو جمع کیا ہے جن میں کوئی بڑی خرابی
 محدثین کے نزدیک نہیں ہے، ترمذی نے احادیث کے مختلف اسناد کو جمع کر کے انکے متعلق صحت
 یا حسن یا ضعف وغیرہ کو ظاہر کر دیا ہے، نسائی کے متعلق خیال ہے کہ ان دنوں امر و نکو شامل ہے
 ابوداؤد کے بعض احادیث کے متعلق جب یہ اعتراض کیا گیا کہ وہ لائق احتجاج نہیں ہیں تو اسکا
 جواب صرف یہی کافی سمجھا گیا کہ وہ اگر لائق احتجاج نہ تو ہیں تو ہر گوار ابوداؤد اپنی کتاب میں
 نہیں شامل کرتے ترمذی کے متعلق حافظ ابن قیم نے ایک جگہ تحریر کیا ہے کہ فیہ نوع
 من التساهل، جامع ترمذی کو بنظر غائر مطالعہ کرینو اسے حافظ ابن قیم کی رائے سے
 یقیناً متفق ہونگے ہر حال میں اسپر کوئی رائے بحث کرنا نہیں چاہتا مگر یہ امر تیرے نزدیک
 یقینی ہے کہ صحیح مسلم اور صحیح بخاری کے مانند کوئی دوسری کتاب احادیث صحیحہ کی جامع موجود
 نہیں ہے اور نہ بخاری و مسلم کے بعد انکی ایسی کسی نے کوئی کتاب تالیف کی اور سن کے
 مانند یا اس سے بہتر کتابیں قبل بھی موجود تھیں اور انکے زمانہ میں بھی لکھی گئیں اور انکے
 بعد بھی تالیف ہوئیں، سنن ابوعبید کی تالیف کے بعد محدثین نے اس امر کی کوشش کی کہ
 تمام احادیث کو سوائے موضوعات کے کسی ایک مجموعہ میں اکٹھا جمع کر دیا جائے۔ ربیع پہلے
 علامہ زین نے اسکی کوشش کی اور انھوں نے مصلح ستہ اور موطا کے احادیث جو اصول
 کہلاتے تھے ایک کتاب میں جمع کر دیے مگر اسکے ساتھ انھوں نے کچھ زیادہ احادیث بھی جو
 اصول کے ہمایہ نہ تھے اپنی کتاب میں اضافہ کر دیے اس کتاب کی ترتیب سند امام
 احمد بن حنبل کی طرح مسند صحابہ پر تھی یعنی ہر صحابی سے جو حدیثیں روایت تھیں
 وہ علیحدہ علیحدہ بغیر ترتیب ابواب ایک جگہ جمع کر دی گئیں تھیں اور ان کے بعد علامہ ابن اثیر
 متوفی ۷۰۲ھ نے اسکو ابواب فقہیہ کے مانند ابواب پر مرتب کیا اور ان ابواب کی ترتیب

بعض مسائل اور خاصکر سنا یہ میں اسی طریقہ کو اختیار کیا ہوں اور اگر یہ کتاب تمام ہو گئی ہوتی تو ماقبل کی اس قسم کی تمام کتابوں پر خط نسخ کھینچ دیتی، اور پر کے بیانات سے یہ معلوم ہو گیا ہو گا کہ اس وقت تک کتاب میں علم حدیث کی مدون ہوئی تھیں انکی تقسیم باعتبار زمانہ اور قسم کے حسبِ میل طریقہ پر ہو سکتی ہے۔

(۱) مطلقاً جمع حدیث بلا لحاظ کسی ترتیب کے جسکے جامع اول عبداللہ بن عمرو بن العاص تھے۔ جنکی وفات ۳۷ھ میں ہوئی یہ پہلی صدی کی تالیف ہے۔

(۲) جمع احادیث ابواب فقہیہ کے ترتیب کے اعتبار سے جس میں اقوال صحابہ بھی شامل ہیں گو اس قسم کی کتابیں امام مالک کے پہلے بھی لکھی گئی ہوں مگر یہاں رد و رد صرف امام مالک متوفی ۱۷۸ھ کی موطا موجود ہے یہ دوسری صدی کے وسط کی تالیف ہے۔

(۳) جمع احادیث صحابہ کے مسندات کے اعتبار سے جیسے مسند امام احمد حنبل رحمہ اللہ اور دیگر مسندات اس قسم کی تالیف گو دوسری صدی کے وسط ہی سے شروع ہو گئے تھے۔ مگر یہاں پاس کوئی ایسی تالیف مسند امام احمد بن حنبل کے پہلے کی موجود نہیں ہے امام احمد کی وفات ۲۴۱ھ میں ہوئی یعنی تیسری صدی کے وسط میں۔

(۴) صرف صحیح احادیث رسول کی جامع کتاب اس قسم کی سب سے پہلے کتاب صحیح بخاری ہے جنکی وفات ۲۵۵ھ میں ہوئی اس قسم کی ابتدائی تالیفات تیسری صدی کے وسط میں ہوئیں ہیں اس سے قبل کی کوئی کتاب میرے پیش نظر نہیں ہے اور نہ اس سے قبل اس موضوع پر کوئی کتاب تالیف ہوئی۔

(۵) کسی خاص عنوان پر جمع احادیث جیسے طبری کی کتاب التفسیر بخاری کی کتاب القروۃ وغیرہ اس قسم کے تالیفات دوسری صدی کے وسط سے شروع ہوئے اور اول تالیف امین المام ابو یوسف کی ہے جنکی وفات ۲۶۱ھ میں ہوئی۔

(۶) فقہی طور پر استدلالی حیثیت کے کتب اس قسم کی تالیفات بھی دوسری صدی کے وسط کے

تاریخ طبری نے جو عالمگیر شہرت اور مقبولیت حاصل کر لی ہے اس کا ادنیٰ نتیجہ یہ ہے کہ ان کے بعد کے تمام مورخین انھیں کے ذلک لیا جینگے اور بعد کے اکثر تاریخین کا ماخذ یہی ہے گو یہ تاریخ بھی محدثانہ طرز پر لکھی گئی ہے مگر جس کتاب نے محدثین کے اہل صف میں انکو جگہ دی وہ انکی تفسیر ہے جو قرآن کے متعلق احادیث و اقوال صحابہ کا ایسا بینظیر مجموعہ ہے کہ جسکی نظیر نہ اس کے قبل ہوئی نہ اس کے بعد اگر اللہ نے چاہا تو طبری کے متعلق کسی دوسرے موقع پر تفصیل سے کچھ عرض کر دینا بہر حال تفسیر کے متعلق جمع احادیث میں طبری کو مفرد نہوں مگر اس فن میں انکا رتبہ ارباب سنیہ و سنن سے کم بھی نہیں طبری کی وفات ۳۲۰ھ میں ہوئی جبکہ ارباب سنن کا زمانہ ختم ہوا تھا دوسرا طریقہ جمع حدیث کا جو فقہی طریقہ سے زیادہ مناسب ہے یہ تھا کہ ابواب فقہیہ کے متعلق مخالف موافق احادیث کو جمع کر کے محاکمہ کرنا شاید یہ علم اختلاف کی ایک شاخ ہو میرے خیال میں اس کے موجد اول بھی امام اعظم کے مشہور عالم شاگرد امام محمد تھے۔ کتاب الحج اس موضوع پر انکی ایک بہت تصنیف ہے جس میں علمائے حجاز و علمائے عراق کے مسالک فقہیہ پر دونوں جانب کی احادیث لکھ کر محاکمہ کیا گیا ہے ان کے بعد جس عالم نے اسکو درجہ کمال پر پہنچایا وہ علامہ طحاوی ہیں جو امام محمد کے دو واسطوں سے شاگرد ہیں ارباب سنن کے معاصر تھے انھوں نے مختلف موضوع پر بہت بہتر کتابیں لکھی ہیں انھوں نے صکر مشکل لکھنا انکی بہت بیشل تالیف ہے مگر جس تالیف نے انکو محدثین اور فقہاء دونوں کے زمرہ میں جگہ دی وہ شرح معانی الآثار ہے جس میں انھوں نے کتاب الحج کا طرز اختیار کیا ہے اس میں شک نہیں ہے کہ حنفیہ کیلئے یہ کتاب یائے ناز ہے اس کے دیکھنے سے اس کے جامع کی قوت نظر پر ادھر عمر علی کا پتہ معلوم ہوتا ہے گو اس کے بعد بھی مختلف مذاہب کے علمائے ایسی ہی کتابیں تالیف کی ہیں مگر وہ سب امام محمد اور طحاوی کے نقش قدم پر چلنے والے ہیں بعد کو یہ شعبہ اور بحث کا یہ طریقہ یا تو کتب فقہیہ میں شامل ہو گیا یا شرح حدیث میں منضم ہو گیا احتیاطاً علامہ عینی اور دوسرے فقیہوں کی کتابیں بطرح کی ہیں آنحضرت دور میں حضرت مولانا عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے

انکے نزدیک صرف کتابِ محبت ہی اصول و معیشتِ سرمدیہ تھے اور اجماع اور قیاس بیکار چیز تھے
کو امام احمد غنبل بھی اجماع کے وجود یا اُسکے محبت ہو نیکیے منکر تھے اور قیاس سے اُنھوں نے
بھی بہت مشکل ہی سے کام لیا تھا۔ مگر اُسکے باکلیہ منکر نہ تھے۔ داؤد ظاہری کے متبع
اور ظاہری کہلاتے تھے۔ الفاظِ ظاہرِ حدیث کے مقابل قیاس سے اس قدر دور بھاگتے تھے
کہ بعض وقت اُنکے مسائل مضحکہ کے حد تک پہنچ جاتے تھے ایک حدیث مشہور ہے
لا یبولن احدکم فی ماء الذی لا یجوزی ثم یدغتسل فیہ ثم من سے کوئی شخص ٹھہرے
ہوے پانی میں پیشاب نہ کرے تاکہ پھر اس میں غسل کرے، اوکا قال ظاہر یہ ہے
اس حدیث کے ظاہر الفاظ پر اس درجہ عمل کیا کہ اُنکا مسلک یہ ہو کہ اگر کوئی شخص کسی ٹھہرے
پانی میں پیشاب کر کے خود ہی اس میں غسل کرے تو یہ ناجائز ہے مگر اگر پیشاب کر نیو اے کے
بجائے کوئی دوسرا اس میں غسل کرے تو جائز ہے گو غسل کر نیو اے کے سامنے ہی کیوں نہ
پیشاب کیا گیا ہو، اس قسم کی بہت سی روایتیں ظاہر کے جانب منسوب ہماری کتابوں میں
موجود ہیں میرے پاس ظاہر کے کتب موجود نہ تھے اس لیے مجھے معلوم نہ ہو سکا کہ یہ روایتیں
کس حد تک صحیح ہیں اور کس پر کیا تو نہیں ہو کہ یہ اس طرح مفتریات میں سے ہوں جیسے
تعال نے ایک پراہ عجائب غرائب نماز امام اعظم پر گروہ لی تھی۔ بہر حال داؤد ظاہری کی
اس خدمتِ حدیث سے یہ ضرور فائدہ ہوا کہ اُنکے پیروں میں بڑے بڑے حفاظِ حدیث پیدا
ہو گئے جنہیں سے بعض نے مفید تالیفات بھی حدیث میں کیے۔ حافظ ابن عبد البر جو
اولاً ظاہری ہی تھے بہت بڑے پایہ کے محدث اور محقق اور نہایت بہتر کتابوں کے
مولف گزرے ہیں داؤد ظاہری سے خود بہت کم روایتیں ہیں اور گو وہ خود صنفانی تھے
مگر اُنکے پیروں کی بڑا تعداد اندلس میں تھی حافظ ابن عبد البر بھی قرطبہ کی وفات ۵۴۱ھ
میں ہوئی داؤد ظاہری کے بعد اُنکے پیروں میں جسے سب سے بڑا شہرت حاصل کی ہے
ابن حزم وہ بھی قرطبہ ہی کے باشندے تھے ابن حزم کی وفات ۵۴۵ھ میں ہوئی عجیب

بعد سے شروع ہوا اور اسکے موجد امام عظیم کے دوسرے شاگرد امام محمد بن حنفی ^{۱۸۶} دفاتر
 میں ہوئی۔ اس سے آپ کو انداز ہو گا کہ جمع احادیث کے مفصلہ بالا طریقہ میں سے سولے
 تیس کے سبب دوسری ہجری کے پہلے ہی شروع ہو گئے تھے اور تیسری صدی کے
 خاتمہ پر تکمیل پر پہنچ گئے تھے۔ ارباب سنن اور طبری اور طحاوی اور ابن قزیمہ اور ابن
 سب کا زمانہ تقریباً چوتھی صدی ہجری کی ابتدا میں ختم ہو گیا تھا اور حقیقتاً ہی زمانہ علم
 حدیث کے کمال ترقی کا تھا اور اس میں بھی مشتمل ہجری سے ۳۲۵ تک علم حدیث کا ہفتہ
 دور ترقی تھا کہ اسکی نظیر بعد کو نہیں ہو سکی۔ میں نے یہاں بڑا بڑا خدمت حدیث کو ذکر نہیں
 کیا ہے جنہوں نے بہ نسبت حدیث کے فقہ کی خدمت سے شہرت حاصل کی ہے جیسے امام عظیم اور
 امام شافعی اور ان کے تلامذہ۔ مگر امام مالک باوجود اپنے فقہ کے چونکہ خدمت حدیث
 کی وجہ سے زیادہ مشہور ہوئے اسلیے انکا تذکرہ ضروری تھا اور خاص کر جبکہ محدثین کے طبقہ
 میں امام مالک کی روایت کو اصح الاماہیث اور ان کے سلسلہ اسناد کو بعض صورتوں میں سلسلہ اللہ
 کا لقب دیا گیا ہے اور غالباً اسکے بعد کے مولفہ کوئی کتاب لکھی اور اسے خالی نہ ہوگی۔
 البتہ اس سلسلہ میں ایک دوسرے مشہور امام کا ذکر نہ کرنا اس مضمون کو اور دوسرا چھوڑ دینا ہی
 یہ امام داؤدی ظاہری تھے جو امام احمد حنبل کے ہم عصر تھے انکی وفات ۲۴۱ میں ہوئی
 ان بزرگ نے علم حدیث کی جو خدمت باعتبار تالیف تصنیف کی ہے وہ میری نظر میں بجا
 و مسلم ایک طرف اور پر کے ذکر کردہ محدثین کے مقابل کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتے مگر اس میں
 شک نہیں کہ دوسری حیثیت سے انھوں نے بڑی خدمت حدیث کی کی ہوا وہ خدمت امام
 احمد حنبل کے بعد دوسری نمبر شمار کی جا سکتی ہے اور اگر میں جرات کروں تو کہہ سکتا ہوں
 کہ انکا یہ کام امام احمد حنبل سے بھی گوتے سبقت لگیا ہے۔ میرے کہنے کا یہ نشانہ نہیں ہے
 کہ یہ صحیح طریقہ اور درست راہ عمل ہے یا نہیں فقہ کے اور مضمون لکھنے والے اسکا خیر فیصلہ
 کر سکتا ہے۔ اور ظاہر ہے متبعین نے قیاس کا انکار کر دیا تھا اور بخلاف دیگر ائمہ کے

نہیں ہوا اکثر محدثین کی رائیں تھوڑے تغیر کے ساتھ بعض وقت ایسی ہی عجیب و غریب تین اختیار کرتی
 تھیں جیسے کہ داؤد ظاہری کے مسلک میں عام طور پر صورتیں پائی جاتی ہیں۔ بخاری کے
 متعلق حنفیہ کے کتب میں ایک قصہ مذکور ہے کہ جب وہ بغداد تشریف گئے اور وہاں انکی
 بہت تعظیم و توقیر ہوئی تو ایک دن ابو حفص کبیر نے ایک شخص کو بخاری کے پاس بھیجا
 اسنے مجمع عام میں بخاری سے پوچھا کہ ایک شخص کے لڑکے اور دوسرے شخص کی لڑکی
 نے ایک ہی بکری کا دودھ پیسا ہے تو آیا ان دونوں کا باہمی نکاح ہو سکتا ہے؟ بخاری نے
 کہا کہ نہیں ہو سکتا ہے کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ جن دونوں نے ایک ہی چھاتی سے
 دودھ پیادہ سگے بھائی بن ہو گئے اذکما قال ابن معاذ سے ایک عورت نے دریافت
 کیا کہ ایک کنوین میں مرغی لگ گئی تو کنوین نجس ہوا یا نہیں ابن معاذ نے کہا تجھ پر
 افسوس ہو تو نے کنوین کو دھاک کیون نہ دیا تا کہ مرغی نہ گرتی اور تجھ کو مسئلہ دریافت
 کر نیکی واسطے میرے پاس نہ آنا پڑتا۔ اس قسم کے قصوں کو گوین بلا کسی معتبر روایت کے
 یاد کرنے پر تیار نہیں ہوں مگر بھر بھی انکی کچھ نہ کچھ صلیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔
 نصف صدی کا زمانہ ہوا جب حضرت اساذالاساتذہ مولانا عبدالحی رحمہ اللہ تھانے
 ایک ضرورت سے اپنے تشریف لیگئے تھے اور مولوی شرف الدین بیر طرم حرم نے جو بعد کو
 ہائیکورٹ کے جج ہو گئے تھے مولانا کی وسیع پیمانہ پر دعوت کی جس میں اعیان و علمائے
 شہر سب ہی جمع تھے آ رہے کے اہل حدیث بزرگ بھی اسکی شرکت اور مولانا سے
 ملاقات کیلئے آئے تھے کھانا شروع ہوا مولانا حاضرین سے مختلف علمی مباحث
 پر گفتگو فرماتے تھے۔ کھانیکے ختم پر مولانا کو محسوس ہوا کہ سب لوگ ہنس رہے ہیں اور
 بعض کے ہنسنے کی آواز باوجود دھڑاتی تمذیب کے بلند بھی ہو گئی تھی مولانا نے متحیر
 ہو کر اپنے مقابل کی صفت کو ملاحظہ فرمایا تو ایک بزرگ مولوی صاحب کو دیکھا کہ انکی
 تمام ٹاٹھی شوربے سے رنگی ہوئی تھی اور لوگ انکو دیکھ دیکھ کر ہنس رہے تھے

امر یہ ہے کہ داؤد ظاہری کا مسلک بہت مانہ تک قائم نہ رہ سکا اور شاید دنیا میں انکا کوئی
 مقلد موجود نہیں ہے۔ جہاں اس مذہب کی بمثل تالیفات کے ذریعے سے ابن حزم نے
 بہت مدد کی ویسی ہی ابن حزم بہت کچھ اسکے تباہی کا بھی باعث ہو گئے۔ ابن حزم
 مناظرہ میں فریق مخالف پر غالب آنے کی لاجواب طاقت رکھتے تھے اور اسوجہ سے
 لوگ لگے سامنے آنے سے بچتے تھے آخر میں ابن حزم اپنے مخالفوں سے سخت کلامی سے
 پیش آنے لگے اور فریق مقابل سے گزرا کہ فریق مقابل کے معتقد علیہم پر حملہ کرنے لگے اور
 اس میں اس قدر بیباک ہو گئے کہ اگلے ائمہ میں سے شاید کوئی ہی ایسا خوش قسمت ہو جو
 انکی شمیر زبان سے بچا ہو ایک محدث نے خوب کہا ہے کہ حجاج بن یوسف کی تلوار اور
 ابن حزم کی زبان کے بھائی بھائی تھے۔ اور غالباً حجاج ہی کی تلوار کے ٹکڑوں سے
 ابن حزم نے لوہے کا قلم اپنے واسطے تیار کر لیا تھا۔ ان کی شمیر قلم کی اس سیانی سے
 تمام علماء بلکہ عوام اسطرح انکے مخالف ہو گئے جس طرح کہ حجاج بن یوسف کی شمیر
 براں کی برسر سے مخلوق انکی تباہی کی خواہنگار تھی۔ دوسری بات جو سب سے
 زائد داؤد ظاہری کے مذہب کو فنا کرنے کی باعث ہوئی وہ قیاس سے بالکل انکار تھا۔
 ظاہر ہے کہ دنیا حضور انور کے بعد سے ابتداء قائم ہے اور یقیناً ہر آئندہ پیش آنی والے
 واقعہ پر آپ کا صریح بیان ہو گا معلوم نہیں ہو سکا ہے لیکن اگر قیاس کی کوئی گنجائش نہ ہے
 تو یقیناً دنیا میں سخت ترین دشمنوں کا سامنا ہو جائے بہر حال داؤد ظاہری کا مسلک
 اب باقی نہیں ہے اور غالباً اسی قسم کے اسباب ہوں جنکی وجہ سے امام احمد بن حنبل
 اور دیگر کبار غیر اصحاب اہل حدیث کے مذاہب بھی دنیا میں وہ مقبولیت حاصل
 نہ کر سکے جو اصحاب اہل داؤد حاصل کرے۔ امام اعظم کے مسلک کو اگلے زمانہ میں اور ہوقت
 بھی حاصل ہے داؤد ظاہری کے مسلک سے چونکہ امام احمد بن حنبل کے مذہب کو زیادہ قریب
 ایسے مقبولیت سے اسکو اتنا ہی دور ہونا چاہیے خیال میں امام احمد بن حنبل پر ہوقت

اور عبداللہ بن مبارک پیدا ہوئے اور لطف دیکھیں ان معقولی علمائے اسلام نے جب علوم نقلیہ کی جانب توجہ فرمائی تو ان کو بھی اپنے رنگ میں رنگ لیا امام رازی کی تفسیر جامعہ متعلق کسی نے خوب کہا ہے اس میں تفسیر کے سوا تمام علوم میں فقہ اور اصول کی کتابیں دیکھیں تو کجا کتاب لایم اور مدونہ اور امام اعظم کے تلامذہ کی تصانیف اور کجا محقق تفتازانی اور میر سید شریف کی مختصر الاصول کی شرحیں اور ان کے حواشی ہمارے آخری دور کے اصول کی لاجواب کتاب سلم الثبوت کے آخر کا حصہ حذف کر دیجیے تو شاید مشکل سے سمجھ میں آئے کہ یہ اصول فقہ کی کوئی کتاب ہے یا کلام کی۔ کلام کو منطق اور فلسفہ ہی کا شعبہ سمجھنا چاہیے میرے اس کہنے کا مطلب یہ خیال فرمائیے گا کہ میں منطق اور فلسفہ اور دیگر علوم عقلیہ کی سچو اور مذمت کرنا چاہتا ہوں میرا یہ مقصد ہرگز نہیں ہے خود میرے فرنگی محل کے علماء علوم عقلیہ کے بڑے بڑے ماہر تھے اور ان کے کثیر تصانیف معقولات میں ہیں میرے کہنے کا مقصد صرف اتنا ہے کہ یہ معقولی حضرات علوم عقلیہ میں دن و رات توجہ کیونکر جیسے معقولات کو بھی معقولی نگاہوں سے دیکھنے کے عادی ہو گئے تھے اور بہت غیبت ہوا کہ ان میں سے کسی صاحب نے اور خاص کر امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے علم حدیث کی جانب کوئی خاص نظر عنایت اصول فقہ اور کلام و منطق کی طرح نہیں فرمائی ورنہ ہم آپ کو نظر آتا کہ بعض متعصبین فقہاء سے بھی زائد حدیث کے عجیب و غریب معنی اور مطلب و تاویل یہ حضرات کرتے جیسا کہ آج کل کے بعض جدید تعلیم یافتہ عربی کی معمولی قابلیت حاصل کرنے اور چند شرور حدیث پر نظر ڈالنے کے بعد اپنے آپ کو امام احمد بن حنبل کیسا بلکہ سیدنا عمرؓ اور سیدنا علیؓ سے بھی زیادہ مطالبہ معانی و تاویلات حدیث کا ماہر سمجھتے ہیں کہ ان کے بیان سے یہ نہ خیال کیا جائے کہ ارباب سنن کے بعد سے قن حدیث میں کوئی اضافہ نہیں ہوا یا کوئی محدث نہیں گذرا ایسا نہیں ہے اس کے بعد بھی بڑے بڑے زبردست محدثین حفاظ حدیث گذرے ہیں اور بعض ان میں سے تو ایسے ہیں کہ جنکا احسان امت اسلامیہ پر تاقیامت

مولانا بھی بے اختیار ہو کر ہنسنے لگے اُن مولوی صاحب نے کہا کہ جناب بن جاہلوں کے ہنسنے پر
 مجھ کو تعجب نہیں مگر آپ کے ہنسنے پر البتہ مجھ کو تعجب ہے آپ کو تو معلوم ہو گا کہ حضور انور رکھانا
 نوش فرمانے کے بعد کبھی کبھی دست انور چہرہ پر پھیر لیا کرتے تھے مولانا نے ہنس کر
 کہا کہ ہاں جناب یہ تو معلوم ہے مگر آپ کی یہ بھی معلوم ہے کہ حضور نے کبھی تلی ہوئی
 ارویہ نوش نہیں فرمائی جناب ایک طرف یہ قصص اور مسالک ہیں دوسری طرف
 اصحابِ لڑے کی مسالک بھی کبھی کبھی ایسی ہی تعجب خیز تیجوں تک پہنچ جاتے تھے
 مگر یہ حضرات ارباب قیاس اور اصحابِ لڑے ہونیکے وجہ سے کسی نہ کیسی طرح اپنے
 مخالفوں کو قوتِ دلائل سے ساکت کر دیتے اور اصحابِ حدیث قیاس اور اس کے
 فداؤں کا باعثِ زک اٹھا جاتے اور معمولی معمولی باتوں میں مخالفین انکو مطعون کر دیتے
 یہ بھی ایک وجہ تھی کہ جس نے علما کی توجہ بہ نسبت حدیث کے ان علوم کی طرف زیادہ کر دی
 جنہیں قیاس رائی اور عقل کی حولا فی کو زیادہ دخل تھا۔ علاوہ اسکے حصولِ دنیا
 کیلئے بھی حصولِ فقہ کی بہت زیادہ ضرورت پیش آگئی کیونکہ قاضی کا عہدہ بغیر فقہ دانی کے
 نہیں مل سکتا تھا۔ اور چھوٹے چھوٹے قضیات میں بھی ضرورت پیش آنے پر ایسے ہی قاضی
 مقرر کیا جاتا تھا جو فقہ میں کافی حمارت فی چیٹ جسٹس یا قاضی القضاۃ جو تمام عالمِ اسلامی
 کا سب سے بڑا اور اعلیٰ عہدہ دار نہایت ہوتا تھا۔ کوئی اعلیٰ درجہ کا فقیہ اس عہدہ پر مامور ہوتا
 تھا جس کے فیصلوں کی اپیل اکثر اوقات بادشاہِ اسلام بھی نہیں سن سکتا تھا۔ ظاہر ہے کہ
 ایسے وقت میں لوگوں کی توجہ کی جاذب جمہد رفقہ ہو سکتی تھی اس قدر حدیث نہیں ہو سکتی
 تھی۔ اسکے علاوہ علوم عقلیہ اس شہرت اور افراط کے ساتھ مسلمانوں میں پھیل گئے کہ بڑی بڑی
 درگاہوں نے ایسے زبردست منطقی اور فلسفی ہدیت دان متکلم طیب غرض کہ محدث
 اور مفسر کے سوا سب ہی کچھ آسمانِ علم کے جہر و ماہ پیدا ہوئے کہ آج تک یورپ کی
 سرزمین بھی انکی ضیائے علم سے منور اور روشن ہو لیکن پھر امام مالک و رقیان بن عیینہ

یہودیوں نے ایک فریضی صلحنامہ حضور کا مکتوب کہ آیا ہوا اور اُس پر حضرت کی مہر کی ہوئی مصلین خراج کے
 سامنے پیش کیا جسکے متعلق یہودیوں کا دعویٰ تھا کہ فتح خیبر کے زمانہ میں حضرت نے ہمارے
 حق میں تحریر کیا تھا اس پر علاوہ حضور انور کے خلفائے راشدین اور بڑے بڑے اکابر
 اصحاب کے بھی دستخط تھے جس سے اُسکی زیادہ وثاقت ظاہر ہوتی تھی اس صلحنامہ میں
 یہودیوں سے خراج کا معاف کرنا ظاہر کیا گیا تھا جب صلحنامہ ارکانِ سلطنت کے سامنے
 پیش ہوا تو انھوں نے بد سیر دیکر اُسکو لیلیا اور محبوبڑا اُس پر عمل کر دیا حکم دیا اتفاقاً ایک حبشی لیلیا
 محدث کی اُس پر نظر پڑی اور انھوں نے کہا کہ یہ حبشی ہے جس نے دریافت کیا کیا کہ آپ نے کیسے
 جانا تو انھوں نے کہا کہ اس صلحنامہ پر سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے دستخط ہیں اور یہ
 یقینی امر ہے کہ وہ خیبر کی لڑائی سے دو برس قبل غزوہ خندق میں وفات پا چکے تھے
 اس پر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے دستخط ہیں جو غزوہ خندق کے ایک سال بعد فتح کر
 میں بیان لائے ہیں۔ ایک حدیث ہے کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں
 کہ حضور انور سیدہ زہرہ علیہا وعلیہا الصلوٰۃ والسلام کو پیار فرماتے تو اپنی زبان
 مبارک حضرت سیدہ کے دہان مبارک میں ڈال دیتے میں نے جب حضور انور سے اسکی وجہ
 دریافت کی تو ارشاد فرمایا کہ جب اللہ مجھے جنت میں لیکر گیا تو جبریل نے مجھے سب دیا
 میں نے کہا یا تو وہ میرے صلب میں آگیا جب میں آسمان سے واپس آیا تو میں نے
 خدیجہ سے موصلت کی اور وہ فاطمہ سے حاملہ ہو گئیں وہی اور انکے قبل کے محدثین نے
 اس حدیث کو باطل قرار دیا ہے کیونکہ سیدہ زہرہ رضی اللہ عنہا قبل بعثت تولد ہو چکی تھیں
 اور حضور انور سے جبریل امین کی ملاقات بعد بعثت ہوئی ہی حاکم کے سامنے ایک شخص نے
 عبد بن حمید کے ذریعہ سے حدیث بیان کی حاکم نے اس سے دریافت کیا کہ تم نے
 عبد بن حمید سے کب سنا اُس نے کہا کہ فلاں سنہ میں حاکم نے اپنے شاگردوں کی طرف
 مخاطب ہو کر کہا کہ انکو دیکھو انھوں نے عبد بن حمید سے اُنکے مرنے سے سات برس کے بعد

ربیکا البتہ جو کثر حفظ اور ماہر ان علم حدیث کی قرون اولیٰ میں ہو گئی وہ بات پھر نہیں
 حاصل ہوئی اس دور میں جیسا کہ میں نے اوپر تحریر کیا ہو کم کوئی ایسا محدث گذرا ہو گا
 جس کا مستند یا سنن ہو حافظ ذہبی نے تذکرہ الحفاظ میں طبقہ امام احمد حنبل کا تذکرہ ختم کرتے
 ہوئے ایک جگہ لکھا ہو کہ میں اس طبقہ کے تمام محدثین کو نہیں لکھ سکا کیونکہ محدثین کی اس قدر
 کثرت تھی کہ ایک ایک حافظ حدیث کی در سگاہ میں دس دس ہزار تلامذہ قلم و دوات
 لیکر کتابت حدیث کرتے استاد سے سنتے اور انہیں سے بعض کتابت کی صورت میں اسکو
 شائع کرتے۔ لیکن جیسا کہ دنیا کے تمام علوم کا قاعدہ ہو کہ علوم اولاً جمع ہوتے ہیں پھر
 مرتب ہوتے ہیں پھر منبہ ہوتے ہیں اس طرح سے علم حدیث کی کتابوں میں بھی اولاً جمع
 جمع کر دی گئیں اسکے بعد انکی ترتیب لکھی۔ اور تیسری صدی کے بعد زیادہ تر انکی تہذیب
 کا کام کیا گیا۔ اسکے علاوہ جس طرح اکثر فنون کی تردین کے بعد فنون کے بعض ضروری
 متعلقات پیدا ہو جاتے ہیں جنکے جانب اصل فن کے مدون کو خیال ان کی توجہ پورے طریقہ پر
 منقطع نہیں ہو سکتی اس طرح علم حدیث کے بھی بہت سے ضروری متعلقات پیدا ہو گئے تھے
 جن میں سے بعض نے بعد کو اہم اور مستقل فن کی صورت اختیار کر لی اور گو انہیں سے اکثر پر
 ارباب صحاح بلکہ اُن سے پہلے کے بھی بعض کبار نے اپنی توجہ مبذول کی تھی۔ مگر تردین
 حدیث کی مصروفیتوں کے باعث بعض متعلقات پر کسی توجہ کی نوبت نہیں آئی تھی۔ ان
 متعلقات میں سب سے اہم فن اسماء الرجال تھا جہاں اوپر سننے وطن، ولادت، وفات
 باعتبار عدالت دیانتداری باعتبار تورت حفظ اسکے ذاتی حالات درج ہوتے ہیں۔ حدیث کی
 صحت سقم دریافت کرنے کیلئے اس فن کی اس قدر شدید ضرورت تھی کہ اگر کوئی محدث
 اس علم سے سببہرہ ہوتا تو اسکو قدم قدم پر ٹھوکرین کھانا پڑتین اسی علم کے ذریعہ سے حدیث کی
 وضع بعض اوقات بہت آسانی سے معلوم ہو سکتا تھا۔ ایک دیکھتے غائب آپ میں سے
 بہت حضرات کے علم میں ہو گا غالباً خلفائے بنی امیہ یا خلفائے بنو عباس کے دور سلطنت میں

تعدیل میں انھیں دو ہند گون اور تیسرے علی ابن المدینی پر بہت زیادہ اعتماد رہا اور جس جرح یا
تعدیل پر پینین بزرگ متفق ہو جائیں اُسکے بعد پھر کسی کی رسلے زنی معتبر نہیں سمجھی جاتی۔
ان تینوں کے بعد اس موضوع پر بہت بہتر کتابیں تالیف ہوئیں بنجادی کی تاریخ صغیر اور عقلی
ونسائی کی کتاب الضعفاء اور ابن حبان کی کتاب الضعفاء اسی موضوع پر تالیف ہوئیں اور
ابن عالم اسلامی میں جو کتاب فن اسما الرجال کی سب سے پہلے کی موجود ہے وہ تاریخ صغیر
بنجادی کی جو طبع ہو چکی ہے۔ بنجادی کے تھوٹے ہی زمانہ بعد ابن عدی نے اس فن پر
ایک نہایت جامع اور مبسوط کتاب تحریر کی جو کامل ابن عدی کے نام سے مشہور ہے بعد کے
اکثر محدثین کے تالیفات کا ناخند ہی کتاب ہے جسکے متعلق دارقطنی کا قول ہے کہ فن اسما الرجال
میں صرف ہی ایک کتاب کافی ہو نہ ہی کسی کی رسلے ہو کہ نہ اسکے قبل اسکی ایسی کوئی کتاب
لکھی گئی اور نہ اسکے بعد کوئی کتاب لکھی گئی دھن۱۱ الکتاب لم یسبق الی مثله ولم یلیق
فی شکله ابن عدی نے ارباب فن کا آخری زمانہ پایا تھا اسلیے یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس
فن کی پوری طریقہ پر تدریس ۳۲۵ء کے زمانہ تک میں تقریباً ہو چکی تھی اور حسب معمول عرف
تہذیب یا کچھ بہتر ترتیب کا کام بعد کے کبار نے انجام دیا۔

جیسا کہ اسلامی ایجادات کی خصوصیت ہے اس فن کی ابتدا میں نہایت محنت مخالفت
کی گئی۔ علاوہ بدعت کے اس فن کے متعلق تو ایک صاف اور کھلا ہوا الزام غیبت اور بھروسہ
ہو دکنی غیبت کا عائد ہوتا تھا جو نصوص قطعیہ سے حرام تھی ابتداء سے دو دین شعبہ پر انکے
مہمصر وں نے سخت اعتراضات کیے اور بعد کو بھی ہمیشہ اس پر اعتراضات ہوتے رہے
امام عظم رحمۃ اللہ علیہ کے خصوصیات میں سے تھا کہ باوجود مخالفین کی کثرت کے کبھی کسی
شخص کی اس نے غیبت نہیں کی اگر کسی یہ خصوصیت اُنکے زمانہ میں بھی مشہور بین العلماء تھی
اسکا کھلا ہوا نتیجہ یہ تھا کہ امام عظم خود اس فن کے سخت مخالف تھے اور اگر جرح کرتے بھی
تھے تو اس شخص کی جسکی غیبت جائز ہوتی۔ امام عظم کے متبعین نے بھی اپنے امام کی

حدیث سُنی۔ ایک شخص نے ابن حبان سے حدیث بیان کی مین نے محمد بن مصطفیٰ سے سنا
 ابن حبان نے اُس سے کہا کہ تم نے کہا کہ ادرک بن سنان نے کہا کہ فلان سنہ میں مکہ میں سنا
 ابن حبان نے کہا کہ بالکل غلط جس سال محمد بن مصطفیٰ مکہ گئے تو راستہ میں بیمار ہو گئے مکہ
 پہنچے تو اس قدر علیل تھے کہ اُنکے ہوش و حواس بجا نہ تھے یہاں تک کہ اسی حالت میں اُنکا
 انتقال ہو گیا اور یہ واقعہ بھی اُس سے پانچ سال قبل کا ہے جب تم اُن سے حدیث سُنا
 بیان کرتے ہو اُس قسم کے سیکڑوں واقعات کتب حدیث میں موجود ہیں اور ظاہر ہے کہ
 یہ جاننے کیلئے کہ حدیث منقطع یا متصل تو نہیں ہے یعنی متصل ہے کس قدر ضرورت اس فن کی
 تھی علاوہ اسکے مثلاً بخاری و مسلم سے حضور راؤد تک تین راویوں سے لیکر آٹھ آٹھ راوی
 تک حدیث کی سند میں مذکور ہوتے تھے جب تک کہ اُنکی ثقاہت و عدالت معلوم ہو جاتی
 کسی حدیث کی صحت کا علم نہیں ہو سکتا تھا۔ اسلئے ضرورت تھی کہ راویوں کے حالات
 باعتبار ثقاہت وغیرہ بھی معلوم ہوں جو فن اسکی کفالت کرتا ہے وہ فن جرح و تعدیل
 کہلاتا ہے یہ فن بھی فن اسماء الرجال ہی کا ایک شعبہ ہے۔ اسکے مفسر دل اور اسکے
 متعلق پہلے گفتگو کرنا اے شعبہ بن الجرح کہے جاتے ہیں جو بخاری کے نامور محدثین
 اور استاذ الاستاذ ہیں لیکن اُنکو اس موضوع پر تصنیف کر نیکی نیت نہیں آئی بلکہ سب کے
 پہلے جس شخص نے اس موضوع پر پہلی تالیف کی وہ بخاری کے استاد اور شعبہ کے
 ہم عصر یحییٰ بن سعید القطان ہیں میرے پاس اُنکی کتاب نہیں ہے اور نہ مجھے یہ معلوم ہو سکا
 کہ دنیا میں اب اس کتاب کا وجود بھی ہے یا نہیں اسلئے میں نہیں جانتا کہ اُنکی کتاب
 باعتبار تہذیب و تربیت کیسی تھی یحییٰ بن سعید کے تلامذہ نے اس فن کے جانب بھی اپنی
 پوری توجہ مبذول کی اور دو بزرگوں نے اس فن میں خاص شہرت حاصل کی یعنی
 امام احمد بن حنبل اور یحییٰ بن عیین جو دونوں ہم عصر تھے مجھکو تلاش کے باوجود ان دونوں
 بزرگوں کی اس موضوع پر کسی تصنیف کا پتہ نہ چل سکا البتہ بعد کے محدثین کا جرح و

جو نہ شرمانہ اخلاقانہ عرفا کی طرح ہی قابل اعتراض نہ تھے انکو جرح کا باعث قرار دینا یا
 سیکڑیوں سے چند مثالیں میں بیان پھر تحریر کرتا ہوں شعبہ سے (جو اس فن کے محسوس دل میں
 کسی نے دریافت کیا کہ آپ نے فلان شخص سے روایت کیا کیوں ترک کر دیا انھوں نے کہا
 کہ میں نے ایک دن انکو غچ پر سوار دھڑاتے ہوئے دیکھا تھا اسید طرح انھوں نے ایک آدمی سے
 روایت اسوجہ سے ترک کر دی کہ اس کے گھر سے ایک مرتبہ ظہور مجنبہ کی آواز سنی تھی
 ایک راوی کے متعلق کچھ ذکر ہو رہا تھا حاد بن سلمہ نے کھنکھار کر تھوکیا اسکی وجہ اس راوی
 کو مسلم بن ابراہیم نے ضعیف سمجھ لیا ابراہیم بن عثمان یعنی ابوبکر بن ابی شیبہ کے واداک
 شعبہ نے محض اسوجہ سے ضعیف کی کہ انھوں نے یہ روایت بیان کی کہ جنگ صفین میں شتر
 اہل بدر شریک تھے حالانکہ شعبہ کہتے ہیں کہ سہل بن خزیمہ کے کوئی بدی لڑائی میں شریک تھا
 آپ سمجھ سکتے ہیں کہ اس واقعہ میں شعبہ کی بھی کس قدر زبردستی تھی کیا اس جنگ میں شتر اہل بدر
 شریک تھے کیا اس جنگ میں حاد بن یاسر شریک تھے میں نے ایک مرتبہ اصحاب سے
 ان اصحاب کے نام جمع کیے تھے جو جنگ صفین میں شریک تھے انکی مجموعی تعداد سوسے متجاوز
 تھی جن میں سے آٹھ دس بدری تھے بہر حال اگر ابراہیم بن عثمان محض اس روایت کی بنا پر
 ضعیف تھے تو شعبہ نے کسی ضعیف تھے کسی معتبر کتاب میں نے دیکھا تھا کہ ایک بڑے
 محدث کی رائے ہے کہ کوئی کوئی راوی صحابہ کے بعد قابل اعتبار نہیں ہے اور صرف کوئی ہونا
 مجروح کر دینے کیلئے کافی ہے بخاری نے علاوہ دیگر اصول موضوعہ کے راویان صحیح میں اس
 امر کو ملحوظ رکھا ہے کہ وہ اصحاب لڑے ہیں نہ اسکی اس قدر سختی سے انھوں نے
 پابندی کی ہے کہ انکی صحیح میں امام اعظم ایک طرف امام شافعی سے بھی کوئی روایت
 نہیں ہے امام احمد عیسیٰ کسی اس راوی کو معتبر نہیں خیال فرماتے تھے جو الفاظ مکتوبہ
 قرآن کو حادث کہتا ہو بلکہ بیچاھے داؤد ظاہری کو محض اس جرم میں اپنے بیان گھنے
 نہیں دیا عامہ محدثین ان راویوں کو ضعیف بلکہ بعض اس سے بھی زائد برا سمجھتے تھے جو

پیردی بن کہی اس فن کو اچھی لگا ہو نسے نہیں دیکھا اور ہمیشہ اسکے مخالف ہی رہے میرا خیال ہے
 کہ دیگر وجوہ کے علاوہ یہ بھی ایک بڑی دست و جوتھی جسکے باعث امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے
 پیروان راویوں سے حدیث روایت کر نہیں دریں نہیں کرتے تھے جنکو دوسرے محدثین ضعیف سمجھتے
 تھے اور اسکی وجہ سے امام اعظم پر یہ الزام عائد کیا گیا کہ انکی روایتوں کے رواۃ میں سے ایک
 کثیر تعداد ضعیف بھی ہے مجھے گو حنفیہ کی رسلے سے اتفاق نہیں ہے مگر محدثین کی اس شدت
 اور تعصب کو دیکھتے ہوئے جو انھوں نے جرح و تعدیل کے فن میں اختیار کیا تھا امام اعظم رحمۃ اللہ
 علیہ کا تساہل کوئی قابل الزام امر نہ تھا واقعہ یہ ہے کہ اساماء الرجال اور خاصکر جرح و تعدیل کا فن
 گو نقد حدیث کے واسطے نہایت مفید اور بہت ضروری تھا مگر ایسے اہم فن کیلئے جقدر احتیاط
 اور احسانت رسلے اور تعصب سے دور رہنے کی ضرورت تھی افسوس ہے کہ ہندوستان جہز دن سے
 بے پردائی برتی گئی اور واقعہ یہ ہے کہ شروع ہی سے اس فن میں تعصبات مذہبی کے علاوہ
 ذاتی مناقشات فروع کے خلافیات اور پولٹیکل اختلافات عرضکم بہت سی اُن باتوں کو جرح
 تعدیل میں دخل ہو گیا جنکا کوئی تعلق جرح و تعدیل سے نہ تھا۔ اسکا کھلا ہوا نتیجہ یہ تھا کہ
 اساماء الرجال کے دیکھنے والے جان سکتے ہیں کہ شاید ۹۰ فیصدی بلکہ شاید ۹۰ فیصدی ایسے
 رواۃ ہونگے جنکے متعلق کسی سیٹھ جرح کی گئی ہوگی اور ائمہ دین اور پیشوایان مذہب
 اور شاہیر محدثین میں سے کوئی بہت بڑا غرض قسمت ہی ہزرگ ہوگا جو جرح کی تلوار کا گھائل
 نمود ہے کہ مشہور ائمہ دین بھی اس سے نہ بچ سکے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ تو اصحاب رسلے
 ہونیکے جرم میں محدثین کے ہفت ملامت تھے ہی مگر امام مالک و امام شافعی امام احمد بن
 حنبل بخاری اور مسلم کوئی بھی جرح کی زد سے محفوظ نہ رہا مصری کی نوک جھونک در ذاتی
 خصوصتوں کا بھی دینی علوم میں دخل مناسب تھا مگر پھر ایک حد تک انکو درگزر کیا جاسکتا تھا
 بلکہ کمال تو یہ ہے کہ بعض محدثین نے بعض ایسے امور کو جرح کا دار و مدار ٹھہرایا جو کسی طرح پر
 قابل حصر ارض نہیں ہو سکتے اور بعضوں نے تو مد کردی کہ بعض بہت سی معمولی باتوں کو

اور محدثین جو عموماً حابلہ ہوتے ان دونوں میں اس حد پر مناقشہ نے طول کھینچا کہ تفسیق و تکفیر کے علاوہ انسان قلم سے گزر کر سربراہ ارتیع منان آہنی سے ایک دوسرے کے مقابلہ میں کام لیا گیا اور ایک مرتبہ قاضی شاعر نے حابلہ کے محلو میں آگ لگا دی، انکی مسجد و نکو جلا دیا، انکے کتب خانوں کو غارت کر دیا دوسری طرف سے جوبلی حملہ کی تیاری کر کے اسکا بدلہ لیا گیا مگر وہ کمزور رہا۔ غرض کہ ان تنازعات نے بھی حیرت و تعجب پر اپنا پورا اثر ڈالا۔ علامہ ذہبی کا ایسا عالم بھی اپنی کتابوں میں بڑے بڑے اشاعرہ کا حال نہایت معمولی اور اکثر اوقات طنز آمیز طریقے پر لکھے ہیں تاج سبکی نے طبقات شافعیہ میں بعینہ اسطرح اشاعرہ کے مقابلہ کی اہانت بیدریغ سے دریغ نہیں کیا ہے۔ یا نیک کہ علامہ ذہبی جو تاج سبکی کے استاد تھے انکی بھی تنقیص میں کوتاہی نہیں کی گئی ہے۔ علامہ ابن تیمیہ کا دامن بھی اس قسم کے تلواٹ سے پوری طرح پوشیدہ انکی کتابیں اور فاضل مہلج اسنے سنی قسم کے بہت سے امور سے پُر ہے لطف یہ ہے کہ باوجودیکہ ابن تیمیہ صوفیوں کے سخت مخالف ہیں لیکن حابلہ صوفیوں کی تعریف میں رطب اللسان ہیں چنانچہ معتزیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ اور حضرت شیخ اسلام عبداللہ انصاری کی تعریف انکی متعدد کتب میں مذکور ہے دوسری طرف علامہ تلج سبکی نے شیخ الاسلام کے لقب کا اسطرح عبداللہ انصاری کو سزاوارتین سمجھا اور انکے ساتھ اس حتب کے استعمال پر بحث اظہار ناراضی کیا ہے غالباً آپ سمجھ سکتے ہیں کہ ایسی صورت میں کسی آدمی کے حقیقی رنگ و روپ کا دریافت کر لینا کس قدر سخت دشواری علامہ تقی سبکی اور ابن تیمیہ بن باہمی رد و قدح میں بہت کچھ انھیں امور پر مبنی تھے اور تقی سبکی سے یہ مخالفت و اشتباہ الح سبکی کو منتقل ہوئی تھی۔ اور محض ذہبی کے نمائش سے تاج سبکی نے ابن تیمیہ کو بُرا ملا کرنا چھوڑ دیا تھا۔ اسکے متعلق ایک خط بھی ذہبی کو تلج سبکی نے لکھا تھا جسکو غلطی سے لانا ابو الکلام آزاد تلج کے بجائے تقی سبکی کا سمجھ لیا جو قطعاً غلط ہے اگر مومن ہوتا تو میں اسکے سلسل میں کرنا مگر چونکہ اس قسم کے مباحث تدوینِ مدیش کے عنوان سے علحدہ ہیں اسلیے یہ لکھنا کرتا ہوں۔ بہر حال فنِ اسماء الرجال خاص کر حیرت و تعجب کیلئے جقد را عتدال کی

مبتدعین نے ہمہ سبب ہوں اور انہیں غلو رکھتے ہوں یہ امر تو درست ہو سکتا ہے مگر اس میں اس قدر شدت کی
 نہ ہو کہ یہ دن ان راویوں کو جو ایمان میں غل کو دخل نہیں کرتے تھے اور اناموں انشاء اللہ کہنا
 جائز نہیں سمجھتے تھے اور ایمان کے گھٹنے اور بڑھنے کے قائل نہ تھے ان سب کو مرتبین میں دخل
 نہ ہے اُن سے روایت ترک کر دی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ پر علاوہ اصحاب اہلے اُیین سے ہونیکے جز
 میں سے ہونیکا بھی الزام عائد کر دیا امام احمد متقبل ہو چکا مبتدعین کے سخت دشمن تھے اسلئے
 (باوجود امام احمد کے مرتبہ عالیہ کے اعتراف کے اس کہنے پر مجبور ہوں کہ) بدعت کے بارہ میں اُنکی
 اہل اعتدال پر باقی نہیں رہی تھی اور اسکا نتیجہ یہ تھا کہ اُنکے متبعین ذرہ ذرہ سی اپنے
 عقائد کی مخالفت میں بدعت کے الزام قائم کرنے میں دروغ نہیں کرتے تھے چنانچہ حنا بلہ اور خثین کے عام
 مبعوث میں امام اعظم اُنکے متبعین پر علاوہ اصحاب اہلے اُیین سے ہونیکے مرتبین کا الزام بھی عائد کر دیا اور
 بحیثیت جنسلی اور فتنہ خیز کے ماہر ہونیکے حضرت غوث اعظم سیدنا سید عبدالقادر جیلانیؒ نے حدہ و
 سنہ صلوٰۃ والسلام نے بھی اپنی مشہور فقہ جنسلی کی کتاب غنیۃ الکھالین میں امام احمد بن حنبل کے
 اصول کی پیروی میں اُسکو نقل فرما دیا۔ بہر حال یہ چند مثالیں ہیں جو سے آپ جرح کے متعلق
 اگلے محدثین کی افراط کا اندازہ فرما سکتے ہیں اس افراط نے بعد کے زمانہ میں تو ایسی قومناک ترقی کی
 کہ جسکا شاید اگلو کو دسم دگمان بھی نہ ہوگا۔ مولی جھگڑوں اور نہایت معمولی فرعی اختلافوں کی وجہ سے
 بڑے بڑے جرح کجائے لگی۔ ابن جریر کو صوفیوں نے دصرت اختلاف بلکہ نفرت تھی اُسکے نتیجہ
 میں اُنھوں نے اُن تمام راویوں پر اعتبار چھوڑ دیا جو اہل اہل تصوف یا صوفیہ کی خدمت میں حاضر
 بائش تھے بلکہ اس حد بڑھ کر اُنھوں نے کمال یہ کیا کہ اُن حدیثوں پر بھی حکم کر دیا جسکو عام طور پر اہل
 تصوف روایت کرتے ہیں یا جسے اہل تصوف کے اعتقادات یا اعمال کی تائید ہوتی ہے
 جن حدیثوں میں اہل کم ادا جز زیادہ ہوتا ہے اُنکو لائق تہلیل نہ سمجھتے نیز ان الاعتدال میں ہے کہ
 ابن جریر کی کتاب کے عیدب میں سے یہ عیب بھی ہے کہ وہ صرت اگلے لوگوں کی جرح بیان کرتے ہیں
 اور توحین کو چھوڑ دیتے ہیں جب علم کلام بشدت اہل اسلام میں اُلجھا ہوا تو اشاعرہ جو عموماً شافعیہ ہوتے

بعض راویوں نے امام احمد بن حنبل سے روایت کی ہے

البتہ بعض متعلقات ایسے تھے جن پر باب بن کے زمانہ تک یعنی تیسری ہجری کے ختم تک کافی توجہ نہیں کی گئی تھی اور تیسری ہجری کے ختم کے بعد جو علما محدثین ہوئے گو انھوں نے اہل فن میں شاذ و نادر کے سوا کوئی اہم جدت نہیں کی لیکن متعلقات حدیث کے بعض جدید عنوانات پر بہتر کتابیں تالیف کیں میرے خیال میں نسخہ منورہ و جمع بین الاحادیث المتضادہ تفسیر الفاظ مشککہ اور اسی قسم کے بہت سے دیگر متعلقات علم حدیث پر قدما نے متعدد تصانیف کیے تھے مگر ان سب سے کہ آج انہیں سولے معدودہ چند کے اور کوئی موجود نہیں ہے اور غالباً علامہ طحاوی ہی ایسے خوش قسمت بزرگ ہیں جنکے ان عنوانات پر تالیفات پہلے پیش نظر ہیں۔ مجھ کو کوئی تالیف عنوان بالا کے متعلق طحاوی کے قبل کی مل نہ سکی۔

(۲)

میرے ادب کے بیان سے معلوم ہوا ہوگا کہ علم حدیث کے متعلق جب قدر اہم کام تھے سوئے بہتر ترتیب و تدوین کے وہ سب تیسری صدی کے ختم یا ابتدائے چوتھی صدی میں ایک حد تک پورے ہو چکے تھے اور اسکے بعد کے محدثین نے زیادہ تر اگلے بزرگوں کی نقش قدم کی پیروی کی اور بعض نے متعلقات حدیث کے بعض نئے عنوانات پر مستقل تالیفات کیے۔ چوتھی صدی کے وسط سے پانچویں صدی کے وسط تک مفصلہ ذیل چھ بزرگوں نے علم حدیث کی بہت زیادہ خدمت کی اور واقعہ یہ ہے کہ جب قدر بھی کام باقی رہ گیا تھا اس کو ان بزرگوں نے اتقدر تفصیل کے ساتھ مہذب مرتب کیا کہ بعد کے لوگوں کو انکی کتابوں کی طول و تفصیل کی وجہ سے خفصا کی ضرورت پیش آگئی۔ میرے خیال ہے کہ اس دور کے خصوصیات میں سے علم حدیث اور اسکے متعلقہ علوم کی اتقدر جامع و مانع تفصیل ہے کہ آج ہم اسکی بڑی بڑی مقوی کوشش سے کسی حدیث کے متعلق تمام مالہ و ما علیہ دریافت کر سکتے ہیں۔ اور اسکے بعد شرائط اجتہاد میں وسعت نظر ہوئی بہت سی شرطوں کی جگہ لینے کیلئے کافی ہو سکتی ہے۔ جن چھ بزرگوں کا میں ذکر کرنا چاہتا ہوں انکے نام حسب ذیل ہیں۔ ابو القاسم سلیمان بن احمد بطبرانی رحمہ اللہ۔ ابو الحسن علی بن عمر القاضی البغدادی

ضرورت تھی گو اسکا حافظہ نہیں رکھا گیا بھر بھی جو تصانیف لکھوں نے کیے تھے وہ بعد کے لوگوں
 کیلئے خضر راہ ثابت ہے اور گو بے اعتدالی کا اس فن میں ہمیشہ دخل رہا مگر محض اس بے اعتدالی
 کی وجہ سے اس تقریب کو بھی اختیار نہیں کیا جاسکتا ہی چونکہ جرح و تعدیل کے متعلق حنفیہ نے اختیار
 کر رکھی ہے عجیب و غریب امر یہ ہے کہ حنفیہ کے نزدیک گواہوں کی عدالت کے متعلق قاضی کو ظاہر ادا
 باطناً گواہ کے پورے حالات دریافت کر کے ایک جہیز میں لکھنا ہونگے جس گواہ کے اچھے
 حالات نہ ہونگے اُس کے متعلق قاضی کی جانب سے مقرر شدہ آدمی لکھ دیا کہ اللہ تعالیٰ عالمہ اور قاضی
 ایسے شخص کی گواہی پر بھروسہ نہ کرے لکھا گیا بعینہ ہی صورت جرح و تعدیل میں غیرت سے بچنے کیلئے
 نہیں ہو سکتی تھی اور جیسا بعض محدثین نے نہایت احتیاط سے جرح کے الفاظ مجروحوں کے
 متعلق لکھے ہیں کیا حنفیہ اختیار نہیں کر سکتے تھے بہر حال میں تو نہ محدثین کی متعصبانہ جرح سے
 متفق ہوں اور نہ حنفیہ کے اس تساہل کو پسند کرتا ہوں۔ آخر دور کے محدثین کے ذکر میں میں
 بیان کر دینا کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے جو خدمت اس فن کی کی ہے وہ بہت بڑی حد پر فراط
 و تقریب سے پاک ہے یہ بات خاص کر خیال رکھنے کے قابل ہے کہ فن اسماء الرجال مسلمانوں ہی
 کا ایجاد کیا ہوا فن ہے اور مسلمانوں کے قبل بلکہ آج تک اسلام کے علاوہ کسی دوسرے مذہب
 میں اسکا وجود نہیں ہے جسکا نتیجہ یہ ہے کہ دوسرے مذاہب کی کتابوں میں جو قدر ہے سرباقتضی
 مشہور ہیں انکی صحت یا غلطی کے جانچنے کے سوائے قیاس رائی کی کوئی صورت نہیں گو
 قسمتی سے داعظون و بعض غیر محتاط علما کی وجہ سے اہل اسلام کی مذہبی کتابوں میں بھی بعض
 بے سواد اور نامعتبر روایتیں داخل ہو گئی ہیں مگر اسی فن اسماء الرجال کے ذریعے ہمسائی
 انکی گرفت ہو سکتی ہے اور ہر واقعہ اس فن کا بہت قوی حجت ہے اسکی غلطی کو جانچ سکتا ہے
 فن اسماء الرجال کے علاوہ علم حدیث کے بہت سے دیگر تعلقات ہیں جن میں سے بعض پر لکھوں
 بھی نے فن اسماء الرجال کی طرح توجہ کی تھی اور انکے مستقل تصانیف انہر موجود ہیں اور
 بعض اسماء الرجال ہی کی شاخ تھے اسلئے فن اسماء الرجال کے ضمن میں مذہبی بحث ہو سکتی تھی

تبھی کے اعتبار سے مرتبہ غالباً طبرانی کے قبل کسی نے نہ تو اساتذہ کے اعتبار سے اور نہ صرف
 تبھی کے اعتبار سے مسانید کی ترتیب دی تھی۔ اول تو ناموں کے اعتبار سے ترتیب عیث اور
 مابین کتاب حتیٰ زیادہ مفید نہیں ہوتی حقیقۃً ابواب فقہیہ کے اعتبار سے مفید ہو اور پھر جب
 نام بھی بلا ترتیب نہ کر سکے گئے ہوں تو کسی حدیث کی تلاش نہایت زائد و شواہر ہوتی ہے
 مسئلہ امام احمد بن حنبل میں کسی حدیث کا تلاش کرنا آسان کام نہیں ہو اور فرست کے باوجود بھی اگر
 صحابی راوی کا آپ کو نام نہ معلوم ہو تو کسی حدیث کو غالباً سب جلد و نمبر ڈھونڈنا کس قدر
 سخت ہوگا۔ طبرانی نے یہ تو آسان کر دیا کہ راوی صحابی یا اپنے شیوخ و راۃ کے اسماء و
 تبھی کے اعتبار سے تحریر کر کے ان کے احادیث ان کے تحت میں ذکر کیے ہیں اسل میں طبرانی
 میرے خیال میں اپنے قبل المون سے منفرد ہیں طبرانی نے اسماء الرجال میں بھی مختلف کتابیں
 لکھی ہیں طبرانی کے مجموعہ میں تقریباً تیس ہزار حدیثیں ہیں جن میں سے بعض حدود و ضعیف بلکہ
 لا اصل لہا بھی ہیں طبرانی کے بعد حاکم اور ابونعیم صنفی کا زمانہ ہے ان دونوں نے
 طبرانی کا زمانہ پایا تھا اور حافظ ابونعیم نے اسے حدیث بھی سنی تھی مگر حاکم نے طبرانی سے
 حدیث سننے کا موقع نہیں پایا تھا۔ ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء اور بعض دوسری کتابیں اسماء الرجال
 میں لکھیں اور بخاری و مسلم پر مستخرج لکھا۔ ابونعیم کے ہم عصر حاکم تھے انھوں نے ایک
 بیضیر خدمت کی گودہ خدمت مشکوٰۃ کہہ کر راقعاً سعی مشکوٰۃ ہی سمجھ جانے کے قابل ہے
 حاکم مصلح محدثین میں اس حدیث کو کہتے ہیں کہ جسکو دس لاکھ احادیث یاد ہوں حاکم
 واقعی بہت بڑی ہستی اپنے زمانہ میں ہوئے ہیں۔ انھوں نے خدمت بیضا کوئی حدیث کر کے نہیں کی
 بلکہ بخاری و مسلم پر مستدرک لکھا کہ خدمت انجام دی۔ اس دراک کے یہ سننے ہیں کہ کسی مصنف
 کچھ لکھا ہو اسکو مستخرج کرنا یعنی حاکم نے ان تمام احادیث کو جو مسلم یا بخاری ان دونوں کے
 شرائط کے مطابق تھے اور انکو بخاری و مسلم نے اپنے صحیحین میں روایت نہیں کیا تھا
 ایک جگہ جمع کر دیا۔ گو اسکے قبل بھی متعدد حضرات نے یہ خدمت انجام دی اور بعد کو بھی

نہیں رہی۔ البتہ اگر ہم کبیر کمین دستیاب ہو جاتی تو غالباً ہمارے پاس گلوں کے سینوں کا
تمام خزانہ تو نہیں مگر صحیح حدیثوں کا عظیم نشان حصہ ہمارے ہاتھ آ جاتا۔ یہی ہے کے شاگرد ادب مصر
خطیب تھے جنکے بعد سولے فن موضوعات کے اور تمام حقیقی حدیثوں کا خلاصہ ہو گیا خطیب ایک
عجیب ہستی گذری ہو جسکی کمال وسعت علم کے اگلوں میں بھی چند ہی نظیرین ملینگی اور اس مرتب تو
یہ منظرِ حدیث کے مختلف شعبہائے فن حدیث پر اسکی مختلف مستقل تصانیف ہیں۔ اوپر کے
ذکر کیے ہوئے عنوانات میں سے اکثر عنوانات پر خطیب کی مستقل تالیفیں تھیں اور خطیب کی
تاریخ بغداد تو ایک منظرِ مختلف متعلقات حدیث کا ایک مجموعہ تھا جو علاوہ تاریخ کے
اسرار الرجال و دیگر نہایت مفید بہر قسم کے معلومات سے پُر تھا افسوس کہ یہ کتاب ہندستان
کیا شاید کسی جگہ بھی نہیں پائی جاتی۔

تاریخ بغداد کو خود کوئی مستقل تالیف نہ تھی بلکہ ایک محدث کی تاریخ کا ذیل تھی مگر خطیب نے
اسکو مستقل تالیف بنا دیا جو ہم اجلہ نہیں تھی خطیب کے بعد مختلف محدثین نے اس پر ذیل لکھے
اور بعضوں نے اسکو مختصر کیا افسوس ہے کہ مجھ کو ان میں سے کوئی دستیاب نہ ہو سکی خطیب کے قبل گو حافظ
ابو نعیم صہبانی نے تاریخ نیشاپور بھی اسی طرز پر لکھی تھی جس طرح خطیب نے تاریخ بغداد لکھی ہے
مگر نہ تو باعتبار کثرت و مفید مضامین کے اور نہ باعتبار حجم کے تاریخ نیشاپور کو تاریخ بغداد سے
کوئی مناسبت ہے۔ البتہ خطیب کے سو برس کے بعد فقیرینا حافظ ابن عساکر نے دمشق کی
تاریخ ۸ جلدوں میں تحریر کی جو خطیب کی تاریخ سے ہر حیثیت سے سبقت لیگی اور واقعہ یہ ہے
کہ تاریخ بغداد اور تاریخ دمشق کی ایسی کوئی جامع کتاب تحریر نہیں کی گئی خطیب نے تاریخ
بغداد کے علاوہ جو کتابیں تالیف کی ہیں انکی تعداد سو سے متجاوز ہو گئی ہے اور گو بعض اگلے
محدثین کی بھی تالیفات کی تعداد سو سے متجاوز ہو مگر خطیب اس مرتب شرفِ اولیت رکھتے
ہیں کہ انھوں نے علم حدیث کے اور اسکے انشراح و تعداد شعبہ میں سے بہتو غیر مستقل تالیفیں
کیں یہاں تک کہ بعد کے محدثین کو اعتراف کرنا پڑا کہ خطیب کے بعد کے محدثین خطیب کے خیال میں

لوگوں نے اس خدمت کو کیا ملو حاکم کی ایسی جامع کتاب کوئی دوسری نہیں لکھی گئی۔ اور غالباً یہ کتاب صحیح ہو گا کہ مسلم اور بخاری اور مستدرک حاکم میں اگر کوئی حدیث ذکر نہیں ہو تو وہ نطن غالب صحیح نہیں ہو یہ میری ذاتی رائے ہے مستدرک کے علاوہ حاکم کی بعض دیگر کتابیں بھی ہیں مگر جس کتاب نے حاکم کو طبقہ محدثین میں بہت شہرت دی وہ مستدرک ہے۔ لیکن یاد رکھیں مستدرک بڑی جنت سے لکھی گئی تھی اور حاکم کا دعویٰ یہ تھا کہ اس میں وہی حدیثیں مذکور ہیں جو بخاری و مسلم کے شرط پر صحیح ہیں مگر عجیب پر لطف امر یہ ہے کہ مستدرک میں گو واقعا سیکڑوں حدیثیں صحیح ہیں مگر اسی کے ساتھ بہت سی حدیثیں حسن و ضعیف نہیں بلکہ موضوع بھی ہو گئے ہیں صحیح سمجھ کر داخل کتاب کر دی ہیں اور حسن و ضعیف تو سیکڑوں حدیثیں اس میں موجود ہیں اسکا اصلی باعث حاکم کی کمزوری اور صابت رائے کا فقدان تھا گو پہلے کے بہت سے محدثین میں حتیٰ یہ ملامت بھی جیسا کہ ترمذی کے متعلق حافظ ابن قیم نے لکھا ہے کہ فیہ نوع من القسا مگر یہ عیب حاکم میں بشدت موجود تھا انکی اس نہایت نادر کمزوری اور عیب نے انکی کتاب کو دائرہ رسانی سے بالکل محروم کر دیا اور انکی کتاب کی کسی حدیث کے متعلق بغیر دوسری کتاب کے مراجعت کیے ہوئے پتہ چلانا ناممکن ہے کہ آیا وہ حدیث صحیح بھی ہے یا نہیں خدا حاکم کی جانب سے جو بڑے خیرے حافظ ذہبی کو جنھوں نے مستدرک کو اولاً تو مختصر کیا اور اسکے ساتھ ہی ساتھ اکثر احادیث کے متعلق تحریر کر دیا کہ کس درجہ کی ہیں البتہ جہاں کچھ نہیں لکھا ہو وہ گو محدثین کے نزدیک صحیح ہوں مگر یہ واقعہ ہے کہ ان پر شہرہ کی گنجائش ہی حاکم کا یہ تسابل ضرب المثل ہیں الحمد للہ ہے اور اسی کی وجہ سے انکی بہت شہرت ہوئی ہے۔ حاکم کے بعد دو محدث جو دونوں ہم عصر تھے بہت مشہور ہوئے ان دونوں نے واقعا علم کی بہت خدمت کی انہیں ابھتی نے علاوہ دوسری حدیث کی کتابوں کے سنن کبریٰ تمام طرق حدیث کی پیشل جامع کتاب تحریر کی یہ کتاب ب حیدر آباد میں چھپ چکی ہے اور میرے خیال میں علاوہ صحاح کے مسند اور مہتمی اور مستدرک کے بعد ہر کسی کتاب کی حاجت ہی باقی

لکھی گئی ہو وہ تہذیب و تربیت کے بعد اصول حدیث کے نام سے مشہور ہو گیا۔ راجہ مرزا کی یہ
 کتاب جامع نہ تھی، ان کے بعد حاکم نے اسی عنوان پر دوسری کتاب تالیف کی جو حافظ ابن
 حجر عسقلانی کے خیال میں مرتب نہ تھی۔ علامہ ابن صلاح نے اگلون کی کتابوں سے اخذ کر کے
 ایک مشہور کتاب اس میں مرتب کی جو مقدمہ ابن صلاح کے نام سے مشہور ہو اور بعد کو علما کی توجہ
 کا مرکز بنی کتاب ہو گئی بہر حال خطیب کی وفات کے بعد کہا جاسکتا ہے کہ علم حدیث کے متعلق ہر
 قسم کی جدو جہد کا خاتمہ ہو گیا اور خطیب کے بعد سے اس وقت تک سولے ایک کے کوئی شخص نہیں
 گورا ہو جس نے علم حدیث کے متعلق کسی جدید اہم عنوان پر کوئی تالیف کی ہو نہ تو متفرق غیر اہم
 عنوانات پر ہر زمانہ میں تالیفات ہوئے ہیں۔ البتہ خطیب کے بعد سیدے خیال میں
 صرف ایک محدث ایسے گذرے ہیں جنہوں نے ایک بالکل نئے عنوان پر تالیف کرنے کا
 شرف ادیت حاصل کیا ہے یہ محدث علامہ ابن جوزی تھے جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے پانچویں
 صدی ہجری کے ختم پر علم حدیث کے تمام شعبہ مدون ہو چکے تھے اور احادیث جہاں تک انسان کی
 طاقت بظاہر کام دینے لگی تھی سب جمع کر دیے گئے تھے مگر اب تک کام باقی تھا کہ احادیث منضوم
 و غیر منضوم کے درمیان کوئی حد فاصل کھینچ دیا جائے یعنی کوئی کتاب ایسی موجود نہ تھی جس میں صرف
 موضوع احادیث کو ایک جگہ جمع کر دیا گیا ہو۔ ابن جوزی نے اسی کام کو پورا کیا اور اس میں شرف
 اولیت ایسا حاصل کیا کہ بعد کو بھی جس قدر تالیفات اس فن میں ہوئیں ان کا ماخذ ابن جوزی ہی کی
 کتاب موضوعات ہے۔ مگر حاکم کے بالکل برعکس سب سے ابن جوزی کی بھی تالیف مشکوٰۃ نوں کی
 اداسی وجہ حاکم کے تاہل کے مقابلہ میں ابن جوزی کا تعصب و سختی تھی ابن جوزی نے احادیث
 موضوعہ کے ساتھ ضعیف کو بلکہ احادیث حسنہ کو بھی اپنے موضوعات میں شامل کر لیا تھا بلکہ
 اس پر زیادتی کر کے بعض احادیث صحیحہ کو بھی اپنی کتاب موضوعات میں درج کر دیا تھا غضب
 یہ کیا کہ صحیح مسلم اور صحیح بخاری پر بھی دست تصرف دراز کر دیا یعنی صحیح مسلم کی ایک حدیث کو
 اور بخاری کی ایک حدیث کو موضوعات میں شمار کیا۔ ابن جوزی سے پہلے کے علما بھی اس امر متفق تھے

اور غالباً کوئی محدث مولف ایسا نہ ہو گا کہ جب کا ماخذ خطیب کے کتب نہ ہوں۔ دارقطنی کا ذکر میں نے
 قصداً بعد کو کیا ہے اسکی وجہ صرف میرا ذاتی قصہ ہے۔ دارقطنی کے متعلق علامہ ذہبی نے
 لکھا ہے کہ انکی کتاب العلل ایسی کتاب ہے کہ جبکہ پہلے اس موضوع پر کوئی کتاب نہیں لکھی گئی تھی
 کتاب العلل کا موضوع یہ ہے کہ احادیث کے متن یا سند میں جو خرابی ہے اُسکو ظاہر کیا جائے
 اکتشف الظنون سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلم نے دارقطنی سے بہت پہلے اس موضوع پر ایک کتاب
 تحریر کی تھی۔ دارقطنی کے علاوہ کتاب العلل کے اور دوسری بھی بہتر تالیفات ہیں جنہیں سے
 مسنین دارقطنی مشہور ہے اور میں نے بھی اُسکو دیکھا ہے اس کتاب میں صحیح و حسن و ضعیف کے
 علاوہ موضوع احادیث بھی موجود ہیں جنکو دارقطنی کے ایسے ماہر علم حدیث نے اپنی کتاب السنن
 میں موضوع نہ سمجھ کر دخل کر لیا ہے میں نہیں سمجھتا کہ ایسے شخص کو کیسے جرأت ہوئی کہ امام
 اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی ایسی عظیم شان ہستی پر جرح کرے اور اگر اسی پر انکی کتاب العلل کا
 تمیاس کیا جائے تو بجائے اُسکے کہ انکی کتاب اُردمند ہو اُلے مضرت سان ہی ہوگی
 لیکن یہ میرا ذاتی قصہ ہے دارقطنی کی یہ وہ غلطی ہے جس میں کبار محدثین بیان تاک کہ بخاری و
 نسائی بھی جلاتھے مگر اس سے انکے فضائل کا انکار نہیں ہو سکتا۔ تاریخ تغیر وراثت کی
 کتاب انصاف میں جسطرح امام اعظم کا ذکر ہے وہ کی طرح بخاری و نسائی کے شان کے
 مطابق نہیں ہے۔ بہر حال دارقطنی ایک بڑی ہستی تھے جنکے فضل و کمال کا اعتراف انکے
 معاصرین اور انکے بعد کے لوگوں نے کیا ہے خطیب کی رائے ہے کہ حفظ حدیث دارقطنی پر
 ختم ہو گیا ہے ان پچھون محدثین کا زمانہ ۳۶۷ھ تک ختم ہو گیا اور خطیب جو ان سب
 میں باعتبار وفات متاخر ہیں ۳۷۷ھ میں وفات پائے۔ ان بزرگوں کے
 ہم عصر نہیں بعض دوسری بڑی بڑی ہستیاں تھیں جنہیں سے چند کے اسامی میں نے اوپر
 ذکر کیے ہیں انہیں سے ایک بزرگ ابو محمد حسن بن عبد الرحمن راہر مزی بھی گزرے ہیں
 جنہوں نے الحدیث بغااصل اول مرتبہ علوم حدیث پر کتاب لکھی جس میں ان پر یہ کتاب

لیخنے رفتہ رفتہ اہل فن سے لوگوں کی توجہ ہٹ کر اصبر و صبر و عبادت اور دوسرے متعلقات
 ہی کی طرف توجہ رہ گئی۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ حافظ سیوطی کے بعد حقیقی طور پر کوئی محدث
 حافظ حدیث نہیں گذرا۔ اور اللہ ہی کو معلوم ہے کہ اگلی اصطلاح پر حافظ سیوطی بھی حافظ تھے
 یا نہیں بہر حال علماء انکو خاتمہ الحفاظ کہتے ہیں اور انکے بعد تو صرف اعتباری طور پر حفاظ
 و محدثین کا اطلاق کسی پر کیا جاسکتا ہے ورنہ حقیقی محدثین حفاظ کا تو خاتمہ ہو گیا۔ بہر حال چونکہ
 جو نیا طریقہ اربابِ سنن کے بعد سے خدمت حدیث کا شروع ہوا اور قرونِ وسطیٰ سے لیکر
 حافظ سیوطی تک بلکہ انکے بعد بھی بہت سارے ہو اور وہ بھی بہت کچھ مفید تھا اس لیے بہر علماء
 محدثین نے اپنی پوری توجہ مبذول کی بلا مبالغہ ہزاروں محدثین نے اس طریقہ سے بھی خدمت
 حدیث کی جو طبقات محدثین دیکھنے والوں کو معلوم ہو سکتے ہیں مین یا نیرساتون صدی سے
 لیکر اس وقت تک کے چند نامور ہستیوں کے ذکر پر اکتفا کرتا ہوں۔ میرے خیال میں انہیں سے تین
 ہستیوں نے بہت زیادہ شہرت و مقبولیت حاصل کی اور واقعتاً خدمت حدیث کو دیکھتے
 ہوئے وہ اُسکے بجا طور پر مستحق بھی تھے انہیں سے باعتبار زمانہ کے حافظ ذہبی سب سے مقدم
 ہیں جنکی وفات ۵۴۵ھ میں ہوئی دوسرے حافظ ابن حجر عسقلانی ہیں جنکی وفات
 ۸۵۰ھ میں ہوئی تیسرے حافظ جلال الدین سیوطی ہیں جنکی وفات ۹۱۱ھ میں ہوئی
 عجیب مر یہ ہے کہ ان تینوں بزرگوں نے بطرح خدمت حدیث کی ہر وہ تقریباً اس قدر باہم
 مساوی ہو کر انہیں سے کسی ایک کو دوسرے پر فضیلت دینا آسان کام نہیں ہو مگر میرا ذاتی
 خیال یہ ہے کہ باعتبار زیادتی حفظ اور کثرت معلومات کے حافظ ذہبی کو اور باعتبار وقت
 نظر اور توضیح مطالب معانی مفید کے حافظ ابن حجر کو اور باعتبار کتب حدیث پر وسعت نظر
 اور جمع احادیث کے حافظ سیوطی کو مقدم حاصل تھا۔ حافظ ذہبی نے اسرار الرجال اور
 تاریخ میں متعدد کتابیں لکھی ہیں اور قراء و حفاظ حدیث کے حالات علیحدہ علیحدہ کتابوں میں جمع
 کیے ہیں۔ سیر النبلا جسکی شاید گیارہ سوین اور بارہ سوین جلد کے دیکھنے کا مجھکو اتفاق ہوا ہے

کہ مصححین میں بعض احادیث حسن کے مرتبہ پر ہیں اور بعض کے متعلق تو ضعیف ہونیکے اعتراضات بھی ہوئے تھے۔ مگر ابن جوزی نے اس سے بڑھ کر یہ کیا کہ اس میں احادیث موضوعہ کا وجود بھی بتا دیا۔ ہمالے زمانہ کے مشہور علامہ شمس العلماء مولانا شبلی نے خود میرے روبرو بخاری کی دو حدیثوں کے متعلق موضوع ہونیکا خیال ظاہر کیا تھا ایک غالباً ان ربك يساع الى هوانك اور دوسری حضورؐ کا انقطاع وحی سے پریشان ہو کر اپنے کو گمراہی کا خیال کرنا۔ ہمالے سر کے ایک قلم طالب علم بھی بخاری کی ایک حدیث مردیہ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ کے متعلق اسی قسم کے خیال کا اظہار ہوا دس سالہ انتظامیہ میں کیا تھا۔ میں اس جگہ بخاری و مسلم کی احادیث کے متعلق باعتبار ان کے مرتبہ کے کوئی بحث کرنا مناسب نہیں سمجھتا ہوں ورنہ میں اپنی رسلے بھی اسکے متعلق عرض کرتا۔ مگر یہ واقعہ ہے کہ ابن جوزی نے بجا تعصب سے کام لیکر بہت سی صحیح اور حسن و ضعیف حدیثوں کو موضوع قرار دیدیا اور اسی بلا کی وجہ سے اب انکی کتاب کے متعلق یہ اطمینان نہیں رہا کہ ان کی موضوع قرار دی ہوئی حدیث واقعتاً موضوع بھی ہے یا نہیں اسلیے انکی کتاب کے مقدمہ اور مقبولہ نوکی جقدر ایک نئے عنوان پر لکھی ہوئی کتاب کو ہونا چاہیے تھا مختلف علمائے ابن جوزی کی تردید میں کتب لکھے مگر سب سے اہم جامع کتاب سیوطی نے انتقبات علی الموضوعات تحریر کی اور جس طرح ذہبی نے مستدرک کو بڑی حد تک اصلاح دینا یا سیوطی نے موضوعات ابن جوزی کو بھی کارآمد بنانیکلی کوشش کی۔ ابن جوزی کی وفات ۸۵۰ھ میں ہوئی اور میرا خیال ہے کہ اسکے بعد سے علم حدیث کے متعلق ہر قسم کی حقیقی جدتوں کا خاتمہ ہو گیا اور گو ابن جوزی کے بہت پہلے سے اکثر مؤلفین کتب حدیث صرف ناقل اور دوسری مولفہ کتابوں پر تو حسبہ کر نیوئے رہ گئے تھے مگر چھٹی ہجری کے بعد سے محدثین کا مرکز توجہ بجائے علم حدیث کے صرف اگلو کی کتابیں ہو گئیں اور ان کتابوں کی سیکڑوں طریقوں پر خدمت کی جانے لگی۔ گو یہی علم حدیث ہی کی خدمت تھی اور ایاکے معنے کہ کے اگلوں کی خدمت سے یہ خدمت حدیث بہت زیادہ فائدہ مند تھی مگر حلیا کہ ہم نام علوم عقلیہ و نقلیہ میں دیکھ رہے ہیں وہی امر بحیثہ اس طرح کی خدمت کو فیضانِ نبوی

اور نہ اسکے بعد لکھی گئی یہ کتاب بھی تہذیب مزنی کی مختصر ہے۔ کمال فی السماء الرجال حافظ عبد کبیری
مقدس المتوفی ستلہ کی تالیف ہے اسکو حافظ جمال الدین المزنی مشکوٰۃ نے بہتر ترتیب
اور خطیب کی طرح بہت زائد اضافہ مضامین اور اضافہ کے ساتھ ۳ جلد و نین تالیف کیا اور
نام اسکا تہذیب کمال رکھا جسکے متعلق صاحب کشف الظنون کا خیال یہ ہے کہ لم یولف مثله
ولا یظن ان یتستطاع یعنی نہ تو اسکے پہلے اسکے مانند ذن اسماء الرجال میں کوئی کتاب
لکھی گئی اور نہ آئندہ اسکے مانند کتاب لکھے جانے کی امید کی جاسکتی ہے۔ اس کتاب کو
تقریباً ایک ہی زمانہ میں کئی محدثین نے مختصر کیا جبین علامہ ذہبی کو باعتبار وفات تقدم
ہی انکی کتاب کا نام نہ حنیف تہذیب ہے اسکو حافظ ابن حجر نے نہایت بہتر طریقہ پر زوائد کے
حذف اور فوائد کے اضافہ کے ساتھ آٹھ سال کی محنت میں مختصر کیا جسکا نام تہذیب التہذیب
اور جو دارۃ المعارف شائع ہو چکی ہے اسکے بعد حافظ ابن حجر نے صرف ایک جلد میں اسکو
بھی تلخیص کر کے ایک جدید تالیف کی جسکا نام تقریب التہذیب ہے اس میں ہر راوی کے متعلق
نہایت مختصر طریقہ پر جرح و تعدیل کے متعلق اختلافات سے قطع نظر کر کے صرف فیصلہ کن امر
لکھ دیا ہے اس کے ساتھ اسکا سن و قاطبہ مدیہ کہ وہ ارباب صالح اور دیگر قدمائے محدثین میں
کس کے روادۃ میں سے ہے ان سب امور کا بھی ذکر کر دیا ہے باوجود اسکے کسی راوی کا حال
ایک طرف سے شاذ و نادر ہی کہیں زیادہ ہوا ہے دراصل یہ اسماء الرجال کی ایک پاکرٹ
و کشوری ہے علاوہ اسکے بھی فن اسماء الرجال اور احوال صحابہ میں حافظ ابن حجر کی متعدد تصانیف
ہیں مقدمہ فتح الباری میں ہے ہی اساری اور القوال میں صیح بخاری اور مسند امام احمد
بن حنبل پر جو اعتراضات عادیث کے عدم صححت و لا اصل ہما ہونیکے متعلق کیے گئے تھے
انکو دفع کیا گیا ہے متعدد کتب فقہیہ اور کثافات و مشکوٰۃ المصابیح کے احادیث کی تخریج و اصل
میں بھی کتابین تالیف کی ہیں جن میں سے درآپہ بھی ہے جو علامہ زبیلی کی کتاب نصب التہذیب
تخریج احادیث البدلیہ کا تلخیص ہے اس میں حافظ ابن حجر نے علامہ زبیلی ہی کی طرح بے تعصبی اور

اپنے موضوع پر ایک جواب اور قابل قدر تصنیف ہے اور اسکے بعد اور غالباً اسکے پہلے بھی
 اس قدر احوال رجال کی جامع کوئی دوسری کتاب سوائے تاریخ بغداد و دمشق کے نہ ہوگی
 خاص فن حدیث پر حافظ ذہبی کی متعدد کتابیں ہیں جن میں سب سے بہتر خدمت حدیث ذہبی نے
 یہ کی ہے کہ حاکم کے مستدرک کو مختصر اور مفید کر کے بہت بڑی حد تک مستدرک کو کارآمد
 بنا دیا ہے۔ خدا حاکم کی جانب سے اُنکو جزائے خیر دے۔

مستدرک کی طرح اُنھوں نے خلیفہ اور طبرانی اور بیہقی اور ابونعیم یعنی ادھر پر ذکر کیے
 ہوئے چھ محدثین میں سے پانچ محدثین کے کتب کو مختصر کیا حافظ جمال الدین حزی کی مشہور
 تالیف تہذیب کو سب سے پہلے مختصر کر کے زیادہ کارآمد بنا دیا۔ ہر حال ترتیب تہذیب
 و نقد احادیث اسماء الرجال میں ذہبی نے بہت زیادہ کوشش کی۔ علامہ تاج سبکی نے
 باوجود اپنے ہٹاؤ ذہبی کی فضیلت علمی کے اعتراف کے ذہبی پر بہت کچھ تعزین کی ہیں
 جس کا زیادہ تر باعث اشعریت و غیر اشعریت کا جھگڑا ہی مگر اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ
 تصنیف ذہبی کا دامن بالکل پاک نہیں ہے باوجود اسکے بھی ذہبی ایک قابل قدر ہستی تھی
 کہ جسکی علمی قابلیت اور اُنکے تالیفات کو نہایت درجہ مفید ہونے کا انکے مخالفوں کو بھی
 اعتراف ہے۔ حافظ ابن حجر کی اگر کوئی اور تصنیف سوائے فتح الباری کے نہ تھی تب بھی
 اُنکی فضیلت و مہارت علمی کی واسطے ہی کتاب شاہ عادل ہوتی واقعہ یہ ہے کہ محدثین کے
 طرز پر صحیح بخاری کی یہ ایسی مثال اور لا جواب شرح ہے جسکے مانند اس وقت کوئی دوسری
 شرح صحیح بخاری کی ہمارے سامنے موجود نہیں ہے گو سنی کی شیعہ باعتبار تفرقہ کے اس سے
 بڑھی ہوئی ہو۔

حافظ ابن حجر نے اسماء الرجال میں متعدد کتابیں لکھی ہیں اور حق یہ ہے کہ ان سب کو
 کو ابن حجر نے جس طرح مہذب مرتب کر دیا ہے اس پر کسی زیادتی کی گنجائش نہیں رہی ہے اور
 میرا ذاتی خیال ہے کہ تقریب کی ایسی کوئی مفید اور مختصر کتاب اسماء الرجال میں نہ قبل لکھی

ابن جزی کو بھی کارآمد نایابی کی کوشش کی ہو۔ سیوطی کی وسعت علم اور کثرت تالیفات کو دیکھتے ہوئے اُنکے اس عرصے کی تصدیق کرنا پڑتی ہو جو انھوں نے سونہ صدی کے مجددیت کا شاہ سنن ابی داؤد میں کیا ہے۔ حافظ سیوطی غاتم الحفظ تھے اور پھر اُنکے بعد نہ تو انکا ایسا کثیر التالیف دور نہ اُن کا ایسا حافظ حدیث اور نہ انکا ایسا تمام علوم نقلیہ کا ماہر کوئی دوسرا شخص گذرا۔ ان بزرگوں کے تذکرے کے بعد مجھے حافظ سخاوی اور قسطلانی اور ابن حجر مکی اور ملا علی قاری کے تذکرے کی کوئی خاص ضرورت معلوم نہیں ہوتی یہ یقینی ہے کہ ان حضرات نے بھی بہت کچھ حدیث اور دیگر علوم کی خدمت کی اور خاص کر ملا علی قاری کثرت تصانیف میں سیوطی سے تھوڑے ہی کم ہیں۔ مشکوٰۃ کی انھوں نے جب طرح شرح کی ہے اسکی کوئی دوسری نظیر شرح مشکوٰۃ میں نہ ملیگی۔ مگر یہ امور تو بہت سے مصنفین اسلام میں پائے جاتے ہیں اور کوئی نہ کوئی خصوصیت تو ہر مصنف میں پائی جاتی ہو اور نہ میں جیسا کہ میں نے اوپر عرض کیا ہے کوئی تالیف طبقات المحدثین پر کرنا چاہتا ہو ان سب کے بعد اگر علم حدیث کی کسی نے کوئی قابل ذکر خدمت کی ہو تو وہ ہندوستان کی ایک بزرگ ہستی ہے جسکا اسم گرامی علی ہندی ہے۔ یادش بخیر حیدرآباد میں علمائے ہندوستان کا ذکر بھی ہوتا تھا ان کے ساتھ آخر میں علم حدیث کی خدمت کے سلسلہ میں کرنا چاہتا ہوں۔ تاریخ گجرات میں ہے کہ علم حدیث میں اہل مصنف بیچ ابن مہدی ہندوستان آئے تھے میرا خیال ہے کہ غالباً مجاہدین اسلام کے ساتھ بعض محدثین بھی ضرور ہندوستان میں آئے ہونگے کیونکہ مجاہدین ہند کیلئے بعض احادیث میں صراحتاً فضائل نبویہ و کثیر بیان فرمائے گئے تھے۔ قرون ادنیٰ ہی میں کثرت مسلمان گجرات دستہ اور غالباً دوسرے سواہل پر پہنچ گئے تھے اور مختلف تاریخوں سے یہ امر تو قطعی طور پر معلوم ہوتا ہے کہ گجرات شروع زمانہ میں علم کا مرکز تھا اور بڑے بڑے نامور علما اور کبار اولیاء اللہ اس سرزمین میں دین میں ان علما میں محدثین بھی تھے۔ طبقات شاہجہانی اور تاریخ فرشتہ اور بدایونی اور دیگر کتابوں سے یہ چلتا ہے

انصاف پسندی کا ثبوت دیا ہے۔ اصول حدیث میں تجزیہ و تفسیر کے نہایت بہتر تدبیر و ترتیب کے ساتھ باوجود مختصر ہونیکے تالیف کی۔ غرض کہ حافظ ابن حجر کی تمام تالیفات اپنے اگلوں کے اسی قسم کی تالیفات سے بہت زیادہ مہذب و مرتب نافع اور مفید ہیں اور انکے بعد غالباً کسی اضافہ کی حاجت نہیں ہے اور میں اس اعتبار سے حافظ ابن حجر کو ذہبی پر فوقیت دیتا ہوں فخر المآثرین شاذالا ساتھ مولانا عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ نے بالکل صحیح لکھا ہے کہ دکل تصانیف شہد بانہ امام الحفاظ محقق المحدثین ذبقة الناقذین لم یختلف بعده مثله میں اس میں صریحاً بقدر اضافہ کرنا چاہتا ہوں ما جہاء مثله بعد الخطیب حافظ سیوطی جن کو ابن حجر کے درس میں انکے والدین برس کی عمر میں تبرکاً لینگے تھے وہ ان بزرگوں سے کثرت تالیفات میں سبقت لینگے انکے تصانیف کی تعداد پانچ سو تک پہنچ گئی جن میں سے فن حدیث میں کم از کم ۸۹ کتابیں ہیں جو فن حدیث کے کثیر شعبوں پر مشتمل ہیں۔ اور واقعہ یہ ہے کہ اگر علم حدیث کے متعلق کوئی امر آپ کو سیوطی اور عسقلانی کی کتابوں میں نہ ملے تو غالباً پھر اس کا کسی دوسری کتاب میں ملنا نہایت دشوار ہو گا سب سے بڑی خدمت جو سیوطی نے انجام دی اور جس میں وہ عسقلانی و ذہبی بلکہ بہت سے متقدمین سے سبقت لینگے ہیں وہ جمع احادیث ہے۔ سیوطی نے تمام احادیث کو ایک جگہ جمع کر دینے کا ارادہ کیا تھا۔ اور اس کا بہت کچھ حصہ جامع صغیر اور زاد المعاد میں جمع کر دیا تھا اور جمع الجوامع کے نام سے ایک بڑا مجموعہ احادیث کا تیار کرنا شروع کیا تھا جس میں سولے موضوعات کے اور تمام احادیث کو ایک جگہ جمع کر دینے کا ارادہ تھا انیسویں کہ مورخ نے حملت نہ دی جامع صغیر اور زاد المعاد کو یا کہ اسکے خلاصہ ہیں اگر یہ کتاب تمام ہو جاتی تو اگلے تمام مصنفات پر سبقت لی جاتی۔ سیوطی کے تصانیف میں بقدر فوائد و معلومات ہوتے ہیں جو غالباً کسی دوسرے مصنف کی کتاب میں مشکل سے دستیاب ہونگے۔ سیوطی نے تقریباً تمام صولح پر مختصر جو شی لکھے ہیں اور علامہ ذہبی کی طرح ابن جوزی کے موضوعات پر دو کتابیں لکھ کر بہت حد تک مستدرک کی طرح موضوعات

جو وقت ہندوستان بھر میں علم حدیث رائج ہوا اور دیوبند کا مشہور عالم مدرسہ اسی خاندان دہلی کے فیض یافتہ حضرت کی یادگار ہے بہر حال خاندان دہلی کا یہ احسان ہندوستان پر اور یہ خدمت حدیث کی قابل ذکر ہے کہ اسکے ذریعے سے علم حدیث کا وہ شیعہ ہندوستان میں ہوا جسکی نظیر ہندوستان میں کبھی بھی نہیں ہوئی۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اس خاندان کے بزرگوں میں سے نہ تھے مگر سلسلہ تلمذ کسی نہ کسی طرح ان تک پہنچے۔ اتنے گواہات حدیث عام طور پر علمائے حرمین ہی سے سیکوے شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے حدیث شیخ عبد الوہاب متقی ہندی شاگرد علی متقی برہانپوری سے حاصل کی تھی۔ شاہ ولی اللہ اور شاہ عبد العزیز کا سلسلہ سند حافظ عسقلانی سے ملتا ہے اور ایک سلسلہ حضرت شیخ عبدالحق دہلوی تک بھی حضرت شاہ ولی اللہ کا، بواسطہ ملا عبدالحکیم سیالکوٹی پہنچتا ہے۔ بہت ہی ناشکری ہوگی اگر اس سلسلہ میں مولانا محمد قاسم ناندووی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر نہ کیا جائے۔ دیوبند کا مدرسہ اپنی اکیلی کو شیعہوں سے اس نامور سنی نے قائم کیا اور جو خدمت دہلی کا خاندان نہ کر سکا وہ اس مدرسے نے علم حدیث کی کی۔ گو کوئی جادہ نہ ہو مگر اس وقت ہندوستان بھر میں علم حدیث کا چرچا اسی مدرسہ کی بدولت سم اور میں سمجھتا ہوں کہ مولانا قاسم رحمۃ اللہ علیہ اس مزمین اپنے اگلون اور اس وقت تک کے تمام لوگوں میں ایک قابل قدر سنی گروہ پیدا اور فاصلہ خدمت حدیث میں انکا ایک گرانقدر حصہ ہے اس میں بیان سے آچے غالباً اس امر کا اندازہ فرمایا ہوگا کہ علم حدیث میں باعتبار تالیف و تصنیف محدثین ہندوستان نے کوئی قابل افتخار خدمت نہیں کی البتہ برہانپور کے ایک نامور عالم نے بلاشبہ ایسی خدمت کی جس پر اہل ہند جعفر ناز کر رہیں بجای اور غالباً جو خدمت حدیث میں اس کو برہانپوری محدث نے کی وہ بہت کچھ ان تمام تصنیفات کا کفارہ ہے جو علمائے ہندوستان نے خدمت حدیث نہ کرنے میں کی تھی یہ برہانپوری عالم شیخ علی متقی تھے جو جو پور میں پیدا ہوئے برہانپور میں تحصیل علوم کیا اور حجاز میں مجاہد ہو گئے تھے اور وہیں سے مدینہ میں پہنچے

کہ ان علمائین سے بہت سے حضرات حج کرنے جاتے تھے اور علمائے حرمین سے علم حدیث کا استفادہ کرتے اور اجازت حاصل کرتے تھے۔ آخر دورین تجاوی وادرا بن ہجر کی کے متعدد شاگرد گجرات میں موجود تھے مجھ کو یاد ہو کہ سوشش کے پتہ نہ چل سکا کہ ان علمائے علم حدیث کی کیا خدمت کی اور نہ انکی علم حدیث کی کسی قابل ذکر تالیف کا پتہ چل سکا البتہ سنہ ۱۰۷۵ء کے بعد کے تالیفات ہوتی ہیں یہ یقینی ہے کہ علاوہ گجرات کے لاہور میں کوئی بہت بڑا مدرسہ بادشاہان اسلام کی سرپرستی میں قائم تھا جس میں ہر قسم کے علوم عقلیہ و نقلیہ کا درس جاری تھا۔ اس مدرسہ ہر سال محدثین و فقہاء و متکلمین و فلاسفہ و منطقین کا ایک گروہ فارغ التحصیل ہو کر نکلتا اور ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں پھیل جاتا دہلی کا نامور خاندان اور علمائے فرائی محل کا خاندان بھی اسی مدرسہ کا تربیت یافتہ تھا گو حدیث دونوں جگہ حجاز کی سرزمین سے پہونچی ہے۔ علاوہ لاہور کے برہم پور بھی ایک مشہور مرکز علم تھا اور ہمتیہ خاندان اور انکے قبل کے دکنی بادشاہوں کی سرپرستی سے دکن کا اطراف تمام ہندوستان سے زائر مرکز علم بن گیا تھا۔ دہلی باوجودیکہ اکثر ہندوستان کا پایہ تخت رہا ہے مگر وہاں کے مدارس کوئی بڑی شہرت حاصل نہ کر سکے اور غالباً وہاں کوئی باقاعدہ بڑا مدرسہ قائم بھی نہ تھا جیسا کہ لاہور میں تھا۔ مگر دارالسلطنت ہونگی و حبسہ دہلی میں ہر قسم کے ماہران جن جمع تھے اور انہیں محدثین بھی تھے شیخ عبدالحق محدث دہلوی جو جانیگیر کے زمانہ میں گزے ہیں دہلی ہی کے باشندے تھے اور شاہ عبدالعزیز صاحب درشاہ ولی اللہ صاحب بھی یہیں پیدا ہوئے اور یہیں دفن بھی ہوئے باعتبار ایف و تصنیف وحدت ہندوستان کے مذکورہ بالا علمائے محدثین نے میر خیال میں کوئی لائق ذکر خدمت علم حدیث کی نہیں کی مگر دوسرے اعتبار سے یقیناً یہ بزرگوار لائق صد آفرین تحسین ہیں۔ علم حدیث کی جانب علماء کی توجہ باقی نہیں رہی تھی اور بجائے اس کے اصول فقہ و کلام نے اور بعد کو منطق و فلسفہ نے جگہ حاصل کر لی تھی یہ انھیں علماء مذکورین کا فیض ہو کہ

باپ ادا تھے علم حدیث کی سند باقاعدہ بنتی اور بغیر سند حدیث کا پڑھانا اس ضرب المثل کی
 مصداق ہے کہ رات کو آدمی لکڑیاں منجے اور ان لکڑیوں میں کالا سانپ ہو اور چونکہ وین
 میں رہ کر حصول سند سخت دشوار بلکہ ناممکن تھا مجبوراً میں نے سفر حج اختیار کیا اور حرمین و
 حرمین کے کبار مشائخ سے علم حدیث حاصل کیا یہ عجیب امر ہے کہ ملا حیدر نے اتنی محنت سے
 علم حدیث حاصل کیا لیکن بعد میں اسکی خدمت کی نوبت نہ آئی ملا حیدر کے قبل بھی ایک
 بزرگ یعنی ملا حسن کے بھتیجے مولوی عزیز اللہ نے سوزت جا کر مولانا خیر الدین سورتی سے
 علم حدیث حاصل کیا اور قبل اسکے کہ وطن واپس ہوں سورت ہی میں انکا انتقال ہو گیا
 استاد اللہ ملا نظام الدین بانی درس نظامی کے متعلق ایک قلمی کتاب کی پشت پر میں نے
 لکھا ہوا دیکھا ہے کہ انھوں نے ملا مغربی سے جو ملا صاحب کے علوم عقلیہ میں شاگرد تھے
 علم حدیث کی اجازت حاصل کی تھی۔ ملا بحر العلوم کی معصنہ کتب کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے
 کہ وہ فن حدیث میں بھی ملکہ رکھتے تھے ہر حال علمائے فرنگی محل میں علم حدیث گوشتاۓ ہند
 اور مولانا عزیز اللہ اور ملا حیدر نے حاصل کیا مگر نہ تو نوبت تدریس کی آئی اور نہ کوئی
 تالیف حدیث میں کی و اقصیٰ یہ ہو کہ ایک ماہ تک سولے مشکوٰۃ شریف کے دوسری
 کتاب میں بھی علم حدیث کی فرنگی محل میں موجود نہ تھیں اور سابق کی کتاب میں قطب شہید کے
 معرکہ میں ضائع ہو گئی تھیں۔ اول وہ بزرگ جنھوں نے علم حدیث میں تو غل کیا اور میں
 تصنیف کی وہ ملا حیدر کے چھوٹے بھائی ملا امین کے صاحبزادے ملا معین تھے ۱۔ انکو
 علم حدیث کی اجادت علمائے حرمین سے غائبانہ پلپٹے بھائی کے ذریعہ سے
 حاصل ہوئی تھی انھوں نے حسن حصین کے اسما و الرجال تحریر کیے یعنی جن حدیثوں کے
 کتب کا حوالہ حسن حصین میں تھا انکو بغیر کمالات تحریر کیے اسکے علاوہ اور کسی تصنیف
 حدیث کی انکو بھی نوبت نہ آ سکی انھیں کے زمانہ میں ایک دوسرے بزرگ مولانا
 برہان الحق یعنی مولانا انوار قدس سرہ کے پوتے بھی مع اپنے بھتیجے کے حج کو گئے اور وہاں

وفات پائی انھوں نے علاوہ دیگر کتب کے کفر لعل اور منتخب کفر لعل التالیف کی حسین بیگم کی جمع کردہ تمام کتابوں سے احادیث لیکر انکو ابواب فقہیہ پر بجا اعتبار حروف تہجی کے مرتب کر کے جمع کر دیے ہیں اور غالباً اس سے بڑا کوئی مجموعہ تمام احادیث کا جامع اس وقت دنیا میں موجود نہیں ہے ابھی حال میں ایک کتاب ہندوستانی شائع ہوئی ہے جسکا نام مجمع الخوائیہ ہے اور اسکے مصنف محمد بن محمد بن سلیمان البحرانی ہمالی ہیں یہ کتاب بھی احادیث کا ایک بہت بڑا مجموعہ ہے مگر کفر لعل کے مقابل وہ ہندو کی صرف ایک شاخ ہے اور بس بیگم نے امین شگنہ میں ہے کہ تمام احادیث کو اپنی کتاب میں جمع کر کے پیش خدمت کی تھی لیکن دل تو وہ سب ایک مجموعہ میں نہ تھیں بلکہ تین کتابوں میں تین تھیں اور دوسرے ترتیب حروف تہجی کے اعتبار سے تھی جب تک کہ حدیث کے شروع کا اظہار و نہو حدیث کو تلاش کرنا سخت دشوار تھا علیٰ امتی نے ان دونوں زعمون کو دور کر دیا اور انھوں نے ایک ہی کتاب میں احادیث کو ابواب فقہیہ پر مرتب کر دیا کاش وہ ہر حدیث کے متعلق یہ بھی تحریر کر دیتے کہ وہ کس مرتبہ کی ہے۔ گو اب بھی یہ کتاب عالم اسلامی میں منظر کتاب ہے مگر اسکے بعد تو اس میں چار جلدیں لگ جاتے۔ غرض کہ ہندوستانی عالم کی یہ تصنیف اپنے تمام ماسبقوں سے سبقت لے گئی اور اسکی ایسی کوئی دوسری کتاب پیش نظر نہیں آتی مگر آپ کو یہ سزا تجب ہو گا کہ فرنگی محل کے علمائے ۵۰ برس اُدھر تک علوم نقلیہ کی کوئی قابل ذکر خدمت نہیں کی تھی اور حدیث اور فقہ و تفسیر کو ملا کر فخر المتاخرین مولانا عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ تک صرف دو تالیفیں ہوئی تھیں جن میں سے ایک فقہ میں اور دوسری تفسیر میں تھی فقہ میں بحر العلوم نے ارکان ربیعہ لکھی تھی اور تفسیر میں ایک بمبیل اور قابل ذکر تفسیر فارسی زبان میں ملاسبین کے نامور شاگرد اور بھتیجے مولانا داکا الشہ فرنگی محل نے تالیف خیر مائی حدیث میں کوئی قابل ذکر تالیف مولانا ولی اللہ صاحب کے زمانہ تک کسی نے نہیں کی ملاسبین کے صاحبزادے ملاحظہ فرمائیے اپنے سفر حج کے وجہ سے وہیں تحریر فرمایا ہے کہ عنوان شباب مجھ کو علم حدیث کی جانب کا مل تو مجھ تھی اور اسکے مطالعہ اور تدریس میں میں اپنا وقت برابر صرف کرتا تھا مگر چونکہ میرے اساتذہ کے پاس جو میرے

شیخ زادہ محسن بسوی نے خوب ماہر لکھ دیا ہے علی عبداللہ بن علی السیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر میں تفسیر بیہی بیہی کا نام عالم احسان ہے اور شیخ نے بیہی بیہی پر احسان کیا ہے ۶۰

مولانا عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا عمر کا پورا حصہ علوم نقلیہ اور فاضلہ حدیث کے پڑھانے میں
 بسر فرمایا میں نے ثقافت سنا ہے کہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو سیکڑوں سے گذر کر ہزاروں
 حدیثین مع اسناد کے بر زبان یاد تھیں اور رسائل و کلام میں جتنی حدیثیں آپ نے تحریر کرائی
 ہیں وہ سب حفظ سے لکھائی ہیں۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو علاوہ تلامذہ حضرت شاہ عبدالعزیز
 دہلوی کے ملاحسن مدنی سے بھی اجازت حدیث تھی اور ایک جن جہانی سے بعض دینی پیکر
 ہونچے تھیں جبکہ حضرت استاد رحمۃ اللہ علیہ نے ایک سالہ کی صورت میں شائع بھی
 فرمایا ہے۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں مولانا نعیم رحمۃ اللہ علیہ بھی حرمین حاضر ہوئے
 اور وہاں کے متعدد محدثین سے سند حدیث حاصل کی۔ دروہان کے محدثین نے بھی مولانا
 نعیم رحمۃ اللہ علیہ سے سند حدیث حاصل کی۔ حضرت مولانا عبدالباری صاحب کے
 استاد مولانا عبدالباقی صاحب عرصہ ۲۵ سال سے مدینہ منورہ میں قیام پذیر ہیں اور
 مسجد نبوی میں روضۃ اقدس کے روبرو درس حدیث دیتے ہیں۔ مولانا عبدالباری رحمۃ اللہ
 علیہ جب اپنے بچپن میں والدین کے ساتھ مدینہ منورہ حاضر ہوئے تو سید علی ظاہر
 محدث مدینہ نے اتفاقاً سند حدیث عطا فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ میں اس طرح انکو
 سند دیتا ہوں جیسے (جیسا کہ مشورہ ہے) حافظ عسقلانی نے سیوطی کو عطا کی تھی۔ جب
 مولانا سلمہ مدینہ میں حرمین حاضر ہوئے تو مدینہ منورہ میں قیام کر کے سید علی ظاہر سے
 کتب حدیث و ادب سبقاً سبقاً پڑھے۔ اور علمائے حرمین اور علمائے عراق اور حضرت
 پیر عبدالرحمن نعیم لا شراف رحمۃ اللہ علیہ بغدادی سے اجازت حدیث حاصل کی۔
 مولانا نے اپنے اسانید البایات الصحاحات میں تحریر فرمائی ہیں۔ حضرت مولانا
 رحمۃ اللہ علیہ نے مدرسہ نظامیہ کی تجدید کے بعد ۱۳۲۵ھ میں۔ مدرسہ میں ایک درجہ
 حدیث کا قائم فرمایا اور اس میں اب تک باقاعدہ درس حدیث ہوتا ہے اور صحاح ستہ اور
 موطا اور طحاوی پڑھائی جاتی ہیں مولانا نے اپنے نامور خانہ زاد بھائی مولانا عبدالرحمن

کہ تحصیل علم حدیث کی اور اجازت حاصل کی مگر انکو بھی تالیف کی فہرت نہیں کسی اسکے بعد
 حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کے تلامذہ چونکہ اطراف ہند میں پھیل گئے تھے اسلئے علم حدیث فرنگی محل
 میں ان تلامذہ کے ذریعے سے پہنچا اور مولانا حسین احمد طبع آبادی اور مرزا حسن علی محدث سے
 مولانا عبدالحی کے والد ماجد مولانا عبدالحکیم اور مولانا عبدالباقی صاحب کے جد امجد حضرت
 مولانا عبدالمزاق رحمہ اللہ نے علم حدیث حاصل کیا اور اسکے بعد علم حدیث کا چرچا فرنگی محل
 میں بھی ہونے لگا جبکہ حج کے سفر میں آسانی ہونے لگی اُسوقت علمائے فرنگی محل حرمین جا
 جا کر علم حدیث کے اسناد حاصل کر نیلے اور اسوقت کم از کم نصف جن کے قریب فرنگی محل میں
 ایسے حضرات موجود ہیں جنکو حدیث کی سندین علمائے حرمین محل ہوئی ہیں مگر اس آخری
 دور میں سولے حضرت مولانا عبدالحی اور حضرت مولانا عبدالباقی کے کسی نے کوئی مفید مکتبہ
 علم حدیث کی نہیں کی حضرت مولانا عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ کے ایسے جامع علمائے کم ہوتے
 ہیں مولانا کو علوم عقلیہ میں جبکہ رصارت تامہ تھی اُسوقت علوم عقلیہ اور خاصکر حدیث و
 فقہ سے شوق تھا انکی کتابوں اور خاصکر تنوایہ کے دیکھنے والے اندازہ کر سکتے ہیں کہ
 مولانا حدیث و فقہ میں بحر مواج تھے اگر ایک طرف علوم عقلیہ میں مولانا عبدالحی
 خیر آبادی کا ایسا مشہور منطقی انکا جہت میدان تھا تو دوسری طرف ذابین حسن خان
 صاحب مولانا بشیر سہسوانی کے ایسے اہل حدیث انکا مقابلہ تھا اور اگر انھوں نے
 مصباح الدجی اور اسکے متعلقات میں محقق خیر آبادی کی پر زور تردید کی جو تو دوسری
 طرف انھوں نے تذکرۃ الکرامہ سنی مشکور اور دیگر کتابوں میں ذابین صاحب اور انکے معاونین کی
 بھی تردید کی ہے مولانا رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا عبدالمزاق رحمۃ اللہ علیہ درس نظامی کی
 مشکوٰۃ شریف کے علاوہ دیگر کتب حدیث کا بھی درس دیتے تھے مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے
 علاوہ اسکے موطا امام مالک بروایت امام محمد کی ایسی مجلس تشریح کی ہے کہ جسکی نظیر ملنا دشوار
 ہے اور جس طرح آزادانہ تحقیق حق فرمائی ہے اسکی نظیر تو انکے بہت پہلے بھی ملنا دشوار ہے

مولانا عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ: ۱۱۰ سلسلہ مولانا عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ

اتباع میں امام محمد کی کتاب لانا اور کتاب کچھ کی بخشی فرمائی اور سیر کبیر کو بھی بخشی فرمایا
 ارادہ تھا مگر عمر نے دفائنہ کی۔ لکھاوی کے اسماء الرجال کو لکھو یا تھا مگر اسکے تکمیل کی
 نوبت نہیں آئی تھی۔ بات آخر میں خاصکر قابل ذکر ہے کہ اس وقت فرنگی محل کے
 علماء کے اجائے اور غالباً علمائے دیوبند کے بھی اکثر اجائے ایک ہندوستانی عالم
 شیخ عابد سندی تک پہنچتے ہیں جو آخری دور میں ایک ایسا نادر محدث گزرے ہیں۔

مضون کے خاتمہ پر اس مرحلہ کو ظاہر کر دینا اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ خدمت کے سلسلہ میں اب بھی
 بہت کچھ کام باقی ہے اور اگر کوئی باہمت شخص متوجہ ہو تو اب بھی جو عظیم حاصل کر سکا دروازہ بند نہیں ہوا ہے
 اس سلسلہ میں تین کام میرے خیال میں بہت زیادہ اہم ہیں۔ (د اول) صحیح مسلم کی اسطرح شرح کی ضرورت ہے
 جسطرح عینی اور عسقلانی صحیح بخاری کی شرحیں ہیں۔ (دوسرے) مسند امام احمد بن حنبل کے ابوالفتح
 پر ترتیب دے اسکے احادیث کے صحت حسن و ضعف وغیرہ کو ظاہر کر نیکی شدید ضرورت ہے جسکے بغیر مسند
 فائدہ حاصل نہیں کیا جاسکتا ہے۔ (تیسرا) کام ان سب کا ہونے اہم ہے اور وہ کوئی ایسا ہی شخص انجام
 دے سکتا ہے جو دعوت نظر کے ساتھ مختلف شہداء و علم حدیث میں کافی مہارت رکھتا ہو۔ وہ اہم کام یہ ہے
 کہ حدیث کی تمام موجودہ کتابوں کے احادیث صحیحہ کو علیحدہ کر کے ایک جگہ جمع کرے۔ یہ واقعہ ہے کہ باوجودیکہ علم
 حدیث میں ہزاروں کتابیں جو دین جنہاں احادیث کے مجموعے بھی داخل ہیں مگر اب تک میرے علم میں کوئی
 ایسی کتاب نہیں لکھی گئی ہے کہ جس میں تمام احادیث صحیحہ جمع کر دی گئی ہوں۔ کنز العمال در جمع الفوائد کسی میں بھی
 احادیث صحیحہ کا التزام نہیں کیا گیا ہے اور خدا ہی جانتا ہے کہ بعد یہ عظیم الشان کام کس
 عظیم الشان ہستی کے ذمہ ہے۔ لیکن یہ یقینی ہے کہ جس شخص کی نیت میں یہ خدمت انجام دینا مقدر ہے
 وہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بعد علوم اسلامیہ کا سب سے بڑا خادم ہوگا۔ اور گو مسلم اور بخاری کے شرف ولایت
 کو وہ نہ چھل کر سکے مگر باعتبار فائدہ اسکا جمع کیا ہوا مجموعہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم سے زائد فائدہ مند ہوگا۔

یہ اہم عظیم کار کردہ ضروری ہے کہ بخاری مسلم کے احادیث پر اعتراضات نہ ہوں اور ابن جوزی متفرد نہ ہوں
 ولولہ حیۃ الشیخین لحکم بکرمہ دوسری کتابیں بھی موجود ہیں۔ تیسے اعتراضات کہ میرا مضون ناقص ہے

ردیف	اسامی مشهور	ردیف	اسامی مشهور	ردیف	اسامی مشهور	ردیف	اسامی مشهور	ردیف	اسامی مشهور
۹۶	ابو حامد ابن التبرقی	۳۲۵	۱۱۶	داماد صانع	۲۶۸	۱۳۲	بیضاوی بماتفسیر	۶۸۸	
۹۷	ابن عقیله	۳۳۲	۱۱۷	حمیدی جامع	۲۸۸	۱۳۳	تقی مسکی	۷۵۶	
۹۸	ابوعلی نیشاپوری	۳۲۹	۱۱۸	حضر غوث اعظم	۵۶۲	۱۳۴	ابن تیمیه	۷۲۸	
۹۹	راهر مرزی	۳۶۰		شیخ عبدالقادر جیلانی	۵۶۱	۱۳۵	حافظ ابن کثیر	۷۷۲	
۱۰۰	ابن شاهین	۳۸۵	۱۱۹	علامه زنجشیری	۵۲۸	۱۳۶	علامه نقاشزانی	۷۹۲	
۱۰۱	ابوعلی مصلی	۳۰۷	۱۲۰	ابو سعد معانی	۵۶۲	۱۳۷	حافظ ذهبی	۷۲۷	
۱۰۲	ابن مهران	۳۷۵	۱۲۱	دزین جامع صلاح	۵۲۵ ۵۳۵	۱۳۸	حافظ ابن حجر عسقلانی	۸۵۲	
۱۰۳	ابن جریر طبری	۳۱۰	۱۲۳	ابن جوزی	۵۹۷	۱۳۹	علامه ابوالدین عینی	۸۵۵	
۱۰۴	طبرانی	۳۶۰	۱۲۴	ابن عساکر	۵۷۱	۱۴۰	میر سید خضر بیضاوی	۸۱۶	
۱۰۵	دارقطنی	۵۸۵	۱۲۵	ابن مندہ	۵۱۱	۱۴۱	محمد بن زبیری حنفی	۸۱۷	
۱۰۶	حاکم صاحب مستدرک	۲۰۵	۱۲۶	ابن نجار	۶۲۳	۱۴۲	خاتم الحفاظ سیوطی	۹۱۱	
۱۰۷	ابو نعیم صفهانی	۲۳۰	۱۲۷	ابن حاجب	۶۲۶	۱۴۳	علامه سخاوی	۹۰۲	
۱۰۸	بیہقی	۲۵۸	۱۲۸	محمد بن الدین قزوینی	۶۷۶	۱۴۴	علامه قسطلانی	۹۲۳	
۱۰۹	خطیب بغدادی	۲۶۳	۱۲۹	ابن اثیر صاحب		۱۴۵	علی قاری شامی مشکوٰۃ	۱۰۱۲	
۱۱۰	شیخ الاسلام عبدالقادر	۲۱۱		جامع الاصول	۶۰۶	۱۴۶	شیخ علی متقی	۹۷۵	
۱۱۱	ابن مردودہ	۲۱۶	۱۳۰	حافظ مرزی حنفی		۱۴۷	شیخ عبدالہادی متقی		
۱۱۲	محمد بن اسماعیل بخاری	۵۱۶		تہذیب الکمال	۶۲۲	۱۴۸	شیخ عبدالحق بخاری		
۱۱۳	لاکائی	۲۱۸	۱۳۱	حافظ عبدالغنی		۱۴۹	شاه ولی اللہ دہلوی	۱۱۷۶	
۱۱۴	ابن حزم	۲۵۶		صاحب الکمال	۶۰۰	۱۵۰	شاه عبدالعزیز دہلوی	۱۳۳۹	
۱۱۵	نقلی صاحب تفسیر	۳۲۷	۱۳۲	ابن صلاح	۶۲۳	۱۵۱	ابن حجر کی	۹۷۵ ۹۹۵	

ردیف	اسامی مشهوره	ردیف	اسامی مشهوره	ردیف	اسامی مشهوره	ردیف	اسامی مشهوره
۳۷	ابن شهابی	۱۲۴	۵۶	اعمش	۱۲۷	۷۶	ابوداؤد صاحب سنن
۳۸	ہمام بن منبہ	۱۳۳	۵۷	سعید بن ابی عروہ	۱۵۶	۷۷	ترمذی
۳۹	عاسر شیبی	۱۴۲	۵۸	سفیان ثوری	۱۶۱	۷۸	ابن ماجہ
۴۰	علقمہ بن قیس غنوی	۱۵۱	۵۹	حماد بن سلمہ	۱۶۷	۷۹	نسائی
۴۱	عبد اللہ بن عبد اللہ	۱۶۰-۱۶۱	۶۰	لیث بن سعد	۱۷۵	۸۰	دارمی
	بن عقبہ بن مسعود	۱۶۱-۱۶۲	۶۱	حماد بن زید	۱۷۹	۸۱	بزار
۴۲	عروہ بن زبیر	۱۶۲	۶۲	سفیان بن عیینہ	۱۸۸	۸۲	ابو بکر بن ابی شیبہ
۴۳	قاسم بن محمد بن ابی بکر	۱۶۳	۶۳	یحییٰ بن یعقوب	۱۹۸	۸۳	اسد بن موسیٰ
۴۴	سعید بن المسیب	۱۶۴-۱۶۵	۶۴	اوزاعی	۱۹۷	۸۴	ابوداؤد طیالسی
۴۵	سلیمان بن بشار	۱۶۵-۱۶۶	۶۵	عبد اللہ بن مبارک	۱۸۱	۸۵	ابن خزیمہ
۴۶	ابو بکر	+	۶۶	شعبہ بن الحجاج	۱۹۰	۸۶	ابن حبان
۴۷	خارجہ بن یزید بن ثابت	+	۶۷	یحییٰ بن معین	۲۳۳	۸۷	ابن عدی صاحب الکامل
۴۸	امام اعظم ابو حنیفہ	۱۵۰	۶۸	علی بن المدینی	۲۳۴	۸۸	طحاوی
۴۹	امام مالک	۱۷۹	۶۹	داؤد ظاہری	۲۷۰	۸۹	ابن ابی عاتم
۵۰	امام شافعی	۲۰۲	۷۰	واقفی	۲۱۷	۹۰	ابو داؤد مستطانی
۵۱	امام احمد بن حنبل	۲۴۱	۷۱	ابن سعد منہج	۲۳۰	۹۱	ابو عوانہ
۵۲	امام ابو یوسف	۱۸۲	۷۲	اححاق بن ابو یوسف	۲۳۸	۹۲	ابن المنذر
۵۳	ابن جریر	۱۵۰	۷۳	ابو بکر بن ابی سلمہ	۲۳۵	۹۳	ابو بکر مکنزی
۵۴	امام محمد	۱۸۷	۷۴	بخاری	۲۵۶	۹۴	ابن ابی داؤد صاحب المستدرک
۵۵	عبد اللہ بن ابی بکر	۱۳۵	۷۵	مسلم	۲۶۱	۹۵	جمہری

بچہ	اسامی مشورہ	بچہ	بچہ	اسامی مشورہ	بچہ	بچہ	اسامی مشورہ	بچہ
۱۵۲	حافظ ابن قیم	۱۵۱	۷۵۱	لاحسن	۱۹۹	۱۹۹	مولانا برہان الحق	۱۲۸۶
۱۵۳	تاج سبکی	۱۵۷	۷۷۱	طعزہ اللہ	۱۹۳	۱۱۹۱	مولانا عبدالحکیم	۱۲۸۵
۱۵۴	طاف نام الدین	۱۵۸		طامین	۱۹۲	۱۲۲۵	مولانا عبدالحق	۱۳۰۷
	استاذ اللہ	۱۵۹	۱۱۶۱	طاحیدر	۱۹۵	۱۲۵۶	مولانا عبدالحق	۱۳۰۴
۱۵۵	مولانا بحر العلوم	۱۶۰		طامین	۱۹۶	۱۲۹۸	مولانا محمد نعیم	۱۳۱۸
	ابن استاذ اللہ	۱۶۱	۱۲۲۵	طولی اللہ	۱۶۷	۱۳۷۰	مستشار ذوالنور محمد علی	۱۳۲۲

نوٹ: اسلام ارجاں کی کتاب جو سب کے اول کی ہمارے روبرو موجود ہے وہ طبقات
ابن سعد اور تاجیہ صغیر بناری کی ہے۔ ابن سعد کا ذکر غلطی سے چھوٹ گیا ہے۔ نقطہ
(عنایت)